وحشت زادے

ایم اے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

upload by salimsalkhan@yahoo.com

وحشت زادے

ایم اے راحت

وہ بہت ٹھنڈے دل و دماغ کا بہت مستقل مزاج آدمی تھا۔ اس نے بنگلے پر کوئی ہنگامہ نہیں کیا اور یونس سے کہا کہ وہ دوسرے دن یعنی بدھ کی شام کو اس کے گھر آ کر اس مسئلے پر بات کرے گا۔ یونس نے آمادگی کا اظہار کیا اور رخصت ہو گیا۔ بدھ کی شام ساڑھے آٹھ بجے سیٹھ شمشاد بیگ اس کے فلیٹ پہنچا جو کہ نوری نگر کی ایک نو تعمیر پانچ منزلہ پلازہ کی آخری منزل پر واقع تھا۔ فلیٹ میں بجلی جل رہی تھی۔ اس سے سیٹھ شمشاد بیگ نے اندازہ لگایا کہ یونس اندر موجود ہے۔

ایک معاشرتی کہانی 'عمران ڈائجسٹ' کے آخری صفحات کے لیے

کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ اس قسم کے قہوہ خانے نجانے کہاں کہاں کھلے ہوئے ہیں۔ تعلقات والی عورتوں نے صاحب اقتدار لوگوں کی مدد سے یہ جگہیں قائم کر رکھی ہیں۔ وہ دونوں بھی سسٹر ڈیوسیانہ کے اس قہوہ خانے میں داخل ہوئے۔ یہاں اس طرح کے مہمانوں کے لیے ہر طرح کی آسائشیں موجود تھیں۔ نوشابہ اور اس کے ساتھی جس نے اپنا صرف پاشا بتایا تھا‘ نے سسٹر ڈیولیانہ سے بات کی اور انہیں ایک کمرہ حاصل ہوگیا۔ نوشابہ ایک عجیب سی کیفیت کا شکار تھی۔ حالانکہ پاشا کے ساتھ اس نے صرف کافی پی تھی لیکن کافی پینے کے بعد ہی اسے ہلکے ہلکے نشے کا سا احساس ہوا تھا۔ یا تو پاشا نے کوئی کاروائی کی تھی۔ یا پھر خود اسی کی طبیعت خراب تھی۔

بہرطور وہ دونوں فرضی نام اور پتے کے ساتھ اس کمرے میں مقیم ہوگئے پھر صبح نو بجے تک جب اس کمرے کے مہمان بیدار نہ ہوئے تو سسٹر ڈیولیانہ کو بڑا غصہ آیا‘ مہمانوں کے لیے ہدایت نامہ موجود تھا۔ انہیں آٹھ بجے تک کمرا چھوڑ دینا ہوتا تھا۔ وہ غصے سے تیز تیز قدم رکھتی ہوئی کمرے پر پہنچی کمرے میں وہ لڑکی بے خبر سو رہی تھی۔ جو رات کو اپنے ساتھی کے ساتھ اس کمرے پر پہنچی کمرے میں وہ لڑکی بے خبر سو رہی تھی۔ جو رات کو اپنے ساتھی کے ساتھ اس کمرے میں مقیم ہوئی تھی۔ اس کا جسم کسی تراشے ہوئے مجسمے کی طرح خوب صورت اور سڈول تھا۔ اس کے سینے پر ایک سرخ گلاب رکھا ہوا تھا۔ جس کی پتیاں بکھر گئی تھیں۔ سسٹر ڈیولیانہ نے دروازہ آہستہ سے بند کیا اور لڑکی کو بیدار کرنے کے لیے جھکی اور پھر دم بخود رہ گئیں۔ ان کے اندر ایک ہلکی سی کپکپاہٹ بیدار ہوگئی تھی۔ کیونکہ لڑکی مرچکی تھی۔ اس کے دل کے اوپر خنجر کا ایک گہرا گھاؤ تھا۔ جس سے نکلنے والا خون جم گیا تھا اور اس خون کو گلاب کی پتیوں نے چھپالیا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اس موت کی خبر فوری طور پر پولیس کو کی جائے۔

میجر شاہ کسی زمانے میں ملٹری انٹیلی جنس کے ایک اہم رکن تصور کیے جاتے تھے۔ ریٹائر ہونے کے بعد انہوں نے اپنا ایک ارادہ قائم کرلیا۔ مقامی طور پر پرائیویٹ جاسوسی کے لائسنس تو جاری نہیں کیے جاتے لیکن میجر شاہ خصوصی مراعات کے ساتھ اپنا یہ کاروبار چلا رہے تھے۔ دو اسٹنٹ شارق اور صوفیہ انہوں نے اپنے ساتھ رکھے تھے۔ اکثر پولیس بھی ان سے مدد لے لیا کرتی تھی اور وہ پولیس کے پسندیدہ افراد میں سے تھے۔

بہرحال اس دن بھی وہ اپنے دونوں ماتحتوں کے ساتھ بیٹھے خوش گپیاں کر رہے تھے کہ ایک خاتون اندر داخل ہوئیں میجر شاہ نے انہیں پہچان لیا۔ یہ میڈم رخسانہ تھیں۔ کافی عرصہ پہلے میجر شاہ کے تعلقات طاہر علی صاحب سے تھے اور اس وقت مسز رخسانہ ان کی بیگم تھیں لیکن ان کی موت کے بعد مسز رخسانہ ان کے کاروبار کی مالک بن گئیں۔ اور پھر انہوں نے اپنے منیجر الیاس بیگ سے شادی کرلی‘ ان کی بیٹی نوشابہ اپنے سوتیلے باپ سے بالکل منحرف تھی۔ اس کے اپنے باپ نے اس کے لیے اچھی خاصی دولت چھوڑی تھی اور اس نے علیحدہ رہائش اختیار کرلی تھی۔

اس وقت میڈم رخسانہ کو دیکھ کر میجر شاہ کو سب کچھ یاد آگیا۔

’’آیئے میڈم کیسی ہیں آپ۔‘‘

’’آپ نے مجھے پہچان لیا۔‘‘

’’آپ کو نہ پہچاننے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔‘‘

’’میں آپ کے پاس ایک بہت ضروری کام سے آئی ہوں۔ مجھے آپ کی مدد درکار ہے۔‘‘

’’جی‘ جی...... فرمایئے۔‘‘

’’میری بیٹی نوشابہ کو قتل کردیا گیا ہے۔ آپ نے اخبارات میں خبر پڑھی ہوگی۔‘‘

’’اوہو...... کیا سسٹر ڈیولیانہ کے گھر پر جو لاش لی ہے وہ آپ کی بیٹی نوشابہ کی تھی۔‘‘

’’ہاں...... لیکن جو کچھ اخبارات میں لکھا گیا ہے۔ وہ قطعی غلط ہے۔ خدا کی قسم میری بیٹی ایسی نہیں تھی‘ اسے دھوکہ دے کر وہاں لے جایا گیا۔ طریقہ کار کچھ بھی رہا ہو پولیس نے بالکل غلط فیصلہ کیا ہے اور اسے پھر اس آوارگی کی کیا ضرورت ی۔ وہ تو خود کچھ عرصے کے بعد شادی کرنا چاہتی ی۔ اس کے باپ کا چھوڑا ہوا کافی کچھ اس کے اس موجود ہے۔‘‘

’’ٹھیک ہے کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گی کہ کوئی اس کا مرکز نگاہ تھا۔ یعنی کوئی ایسا شخص جس سے وہ شادی کرنا چاہتی ہو۔‘‘

’’بالکل نہیں یا اگر ہو بھی تو اس نے آج تک مجھ سے اس کا تذکرہ نہیں کیا یہ تو میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ دوسری شادی کرنے کے بعد وہ مجھ سے کشیدہ رہنے لگی تھی۔‘‘

’’کیا آپ یہ بتا سکتی ہیں کہ الگ رہتے ہوئے اس کے مشاغل کیا رہتے تھے۔‘‘

’’بالکل نارمل۔ اگر آپ اس کے کردار کے ارے میں بات کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ سے ے دعوے کے ساتھ یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ وہ یک باکردار لڑکی تھی اور جس انداز میں اس کا قتل ہوا ہے۔ وہ تو تصور سے بھی باہر ہے۔‘‘

’’ہوں۔‘‘ میجر شاہ نے پرخیال انداز میں نچلا ہونٹ دانتوں میں دباتے ہوئے کہا۔ اور پھر ر تک خاموش رہا اور پھر بولا۔ ’’ایک بات تو تایئے۔ میں اس سلسلے میں آپ کی کیا مدد کرسکتا ہوں۔‘‘

’’کمال ہے۔ آپ جو کچھ کر رہے ہیں۔ مجھے اس کا علم ہے۔ اگر آپ اپنے کسی معاوضے کی ات کرتے ہیں تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔‘‘ میجر شاہ ہنسنے لگے۔ پھر انہوں نے کہا۔

’’نہیں میرے آپ کے شوہر کے ساتھ اتنے گہرے تعلقات تھے کہ اگر میں آپ کے لیے کوئی کام کروں تو اس کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کروں گا۔‘‘

’’تو آپ براہ کرم پولیس سے رابطہ قائم کیجیے۔ پولیس نے اس سلسلے میں کافی کام کیا ہے۔ میرا خیال میں وہ آپ کی مدد ضرور کرسکتی ہے۔‘‘

تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی پھر میجر شاہ نے ٹیلی فون اٹھایا اور پولیس آفس کے نمبر ڈائل کرنے لگے۔ انہوں نے انسپکٹر نواز کو طلب کرلیا تھا۔

’’میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ میرے آفس آجاؤ۔‘‘

’’کوئی بہت ضروری کام ہے۔‘‘

’’ہاں...... وہ لڑکی نوشابہ جو سسٹر ڈیولیانہ کے کمرے کے بیڈ پر ختم ہوئی ہے۔ اس کے بارے میں تمام تفصیلات لے کر آجاؤ۔‘‘ انسپکٹر نواز بیشک میجر شاہ کا ملازم نہیں تھا۔ نہ میجر شاہ کوئی بڑا پولیس آفیسر تھا لیکن بہت سے معاملات میں میجر نے خود انسپکٹر شاہ کی بڑی مدد کی تھی اور میجر شاہ کی مدد سے انسپکٹر نواز ایس آئی سے انسپکٹر بنا تھا۔ وہ ان کا بڑا احترام کرتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک فائل اٹھائے ہوئے میجر شاہ کے آفس میں داخل ہوگیا۔ وردی میں ملبوس تھا اور بہت شاندار نظر آرہا تھا لیکن میجر شاہ جانتے تھے کہ اس کا اپر چیمبر بالکل خالی ہے اور وہ کبھی کوئی ڈھنگ کا کام نہیں کرسکا۔ اس نے تمام کاغذات کچھ ٹرانسپیرنسی وغیرہ میجر شاہ کے سامنے رکھ دیں۔

’’کہاں تک پہنچے۔‘‘

’’بس سر! ابھی تو ابتدائی منزل میں ہوں۔‘‘

’’اچھا...... ذرا دکھاؤ!‘‘ میجر شاہ نے شارق سے کہا اور شارق وہ ہیڈ ڈراؤن اٹھالایا جس میں اسے ٹرانسپیرنسی دیکھنا تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہیڈ ڈراؤن پر ٹرانسپیرنسی لگا کر اس نے اس کا سوئچ آن کردیا اور میجر شاہ اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔

☆☆

ایک بار پھر وہ ڈرائینگ روم میں بیٹھے تھے۔ ٹرانسپیرنسیوں سے تصویر غائب ہو جانے سے انسپکٹر نواز پریشان تھا اور حیران بھی میجر شاہ نے اس سے لاش کی کیفیت زبانی بتلانے کے لیے کہا۔

’’لاش بستر پر چت پڑی ہوئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے نوشابہ سو رہی ہے اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ سینے پر عین زخم کے اوپر ایک گلاب کا پھول رکھا ہوا تھا۔ جس کی پتیاں ٹوٹ کر زخم پر بکھر گئی تھیں۔ اس لیے پہلی نظر میں نظر نہیں آتا تھا۔ وار عین دل پر کسی تیز دھار لیکن باریک خنجر سے کیا گیا تھا۔ اس لیے خون برائے نام نکلا تھا اور لاش بالکل عریاں تھی۔‘‘

’’یہ ٹیپ کا بند ہے۔‘‘ شارق نے آہستہ سے کہا۔ میجر شاہ نے اسے غصے سے گھورا۔

’’یہ گلاب کا پھول کیا ہوٹل کے باغیچے سے لیا گیا تھا۔‘‘ میجر شاہ نے پوچھا۔

’’نہیں‘ اس گھٹیا ہوٹل میں باغیچہ تو کیا گلاب کا پودا تک نہیں ہے۔‘‘ پھر اچانک اسے اس سوال کی اہمیت کا احساس ہوا۔ ’’اوہ سر! آپ نے تو بہت بڑا نکتہ پکڑ لیا‘ اتنی رات گئے قاتل وہ پھول لایا کہاں سے۔‘‘

’’قتل کسی جنات نے نہیں کیا ہے۔ وہ گلاب کا پھول گل بکاؤلی کے باغ سے لایا ہوگا۔‘‘ شارق نے فوراً کہا۔

’’تم خاموش نہیں رہ سکتے۔‘‘ میجر شاہ نے ڈانٹا۔

’’رہ سکتا ہوں۔ بشرطیکہ یہ احمق بھی ہمیں الف لیلیٰ کی کہانی نہ سنائے۔‘‘ اس نے انسپکٹر نواز کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

اس سے پہلے کہ نواز جواب دیتا میجر بول پڑا۔ ’’اچھا ختم کرو یہ نوک جھونک ہاں نواز وہ خنجر ملا جس سے قتل کیا گیا تھا۔‘‘

’’جی نہیں‘ خنجر وغیرہ کچھ نہیں ملا۔‘‘

’’ہوں تو آلہ قتل بھی نہیں ملا۔‘‘ میجر شاہ نے سوچتے ہوئے کہا۔ ’’قاتل کوئی اناڑی معلوم نہیں ہوتا‘ ایک ہی وار میں اس نے لڑکی کو ٹھکانے لگا دیا اور خنجر بھی ساتھ لے گیا۔‘‘

’’آپ نے وہ شعر سنا ہے میجر۔ کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ...... قاتل خودکشی کے لیے خنجر ساتھ لے گیا ہوگا۔‘‘

’’تم باز نہیں آؤ گے۔‘‘

’’کیسے باز رہوں۔ اتنی رومانی داستان دو چاہنے والے ظالم سماج کے ڈر سے چھپ کر ہوٹل جاتے ہیں اور پھر مرجانے کا عہد کرتے ہیں۔ محبوب آنکھیں بند کر کے اپنی انارکلی کو خنجر کی نوک سے ہمکنار کرتا ہے۔ اس کی لاش پر محبت کا گلاب رکھ کر دیوانہ وار باہر نکل جاتا ہے اور پھر کسی ویرانے میں پہنچ کر وہی خنجر اپنے دل میں پیوست کر لیتا ہے۔ بس اس کی لاش تلاش کر لو۔ کیس مکمل ہو جائے گا۔‘‘

’’شارق یہ نہ بھولو کہ نوشابہ ایک شریف گھرانے کی لڑکی تھی۔‘‘ میجر شاہ نے اسے غصے سے گھورا۔

’’لیکن میجر۔‘‘ نواز نے ہچکچاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ ’’وہ‘ وہ شریف لڑکی نہیں تھی۔ سرسری معائنے کے مطابق وہ کنواری نہیں تھی۔‘‘

’’گمراہی پر چلنے کے لیے کسی کو مجبور کرنے کے دو مؤثر طریقے ہیں‘ بلیک میل اور منشیات کا استعمال۔‘‘ میجر شاہ نے کہا۔ ’’پوسٹ مارٹم سے یہ تو نہیں ظاہر ہوا کہ وہ منشیات کی عادی تھی۔‘‘ نواز نے اپنی گھڑی دیکھی اور کھڑا ہو گیا۔ ’’میں فون کر کے معلوم کرتا ہوں۔ ٹرانسپیرنسیوں کے معمہ کے علاوہ پوسٹ مارٹم کے بارے میں بھی معلوم کرتا ہوں۔ کیونکہ ابھی تک وہ مکمل نہیں ہوا تھا۔‘‘

وہ فون پر کسی سے بات کرتا رہا۔ ٹرانسپیرنسیوں کے بارے میں وہ بار بار جھنجھلاہٹ اور غصے میں دیر تک الجھتا رہا۔ اس کے بعد پوسٹ مارٹم رپورٹ کے بارے میں پوچھا۔ چند لمحے بعد جب میجر کی طرف مڑا تو چہرہ فق تھا۔

’’وہ ٹرانسپیرنسیوں کے لیے تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ کہیں غلطی سے ڈبہ تو بدل نہیں گیا۔‘‘ اس نے کہا۔ ’’لیکن پروفیسر...... پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے بارے میں میں کچھ نہیں بتلا سکوں گا۔‘‘

’’کیوں ابھی تک پوسٹ مارٹم مکمل نہیں ہوا۔‘‘

’’نہیں...... نہ مکمل ہوا اور نہ ہو سکے گا۔‘‘

’’کیوں میں تمہارا مطلب نہیں سمجھ سکا۔‘‘ میجر نے حیران ہو کر پوچھا۔

’’اس لیے کہ...... نوشابہ کی لاش اچانک پانی کی طرح بہہ گئی۔ اس کی ہڈیاں بھی باقی نہ رہیں۔‘‘

’’کیا۔‘‘ شارق حیرت سے اچھل پڑا۔

’’جس طرح ٹرانسپیرنسی سے تصویریں غائب ہو گئیں‘ اسی طرح اس کا جسم بھی باقی نہیں رہا۔ میجر آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔‘‘ نواز نے بے بسی کے عالم میں پوچھا۔

میجر شاہ خاموش تھا۔ وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

☆☆

رخسانہ جیسے ہی ڈرائینگ روم میں داخل ہوئی۔ الیاس بیگ اٹھ کھڑا ہوا۔ ’’رخسانہ تم کہاں غائب ہو گئی تھیں۔ میں نے سب جگہ فون کر لیا بس پولیس اسٹیشن باقی رہ گیا تھا۔‘‘ اس نے غصے میں کہا۔

’’مجھے افسوس ہے الیاس صاحب۔‘‘ رخسانہ نے آہستہ سے کہا۔ ’’لیکن اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔‘‘

الیاس بیگ نے آہستہ سے کہا۔ ’’لیکن تم کہاں چلی گئی تھیں۔ ڈارلنگ۔‘‘

رخسانہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ ’’تم جانتے ہو کہ نوشابہ کی موت کا مجھے کتنا صدمہ ہے۔ الیاس جب تک اس کا قاتل گرفتار نہیں ہو جاتا۔ مجھے چین نہ آئے گا۔ مجھے اچانک یہ خیال آیا کہ پولیس نوشابہ پر کیچڑ اچھالنے کے سوا کچھ نہ کر سکے گی۔ اس لیے میں ایک جگہ گئی تھی۔ ایک ایسے شخص کے پاس جو قاتل کو گرفتار بھی کرا سکتا ہے اور نوشابہ کی بے گناہی بھی ثابت کر سکتا ہے۔‘‘

’’لیکن پولیس سے بہتر یہ کام اور کون کر سکتا ہے رخسانہ۔‘‘

’’میجر شاہ‘ لیکن شاید تم اسے نہیں جانتے ہو گے۔‘‘ رخسانہ نے کہا۔ ’’جو کام پولیس نہیں کر سکتی وہ کر سکتے ہیں۔‘‘

الیاس بیگ کے چہرے پر ایک لمحہ پریشانی کے آثار نمایاں ہوئے پھر وہ فوراً ہی اس پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا۔ ’’مجھے تمہارے دکھ کا احساس ہے۔ ڈارلنگ اس طرح تو نوشابہ کی اور بدنامی ہوگی۔‘‘

’’نہیں الیاس تم میجر شاہ کو نہیں جانتے وہ قاتل کو گرفتار کرانے کے لیے سب حقیقت معلوم کر لیں گے کہ نوشابہ کو اس ظالم بدرالدین نے مجبور کیا۔ وہ اپنی مرضی سے ایسی حرکت نہیں کر سکتی تھی۔ جب تک بدنامی کا یہ داغ اس کے دامن سے دور نہیں ہو جاتا مجھے چین نہیں آئے گا۔‘‘

’’تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ اخراجات کہاں سے آئیں گے۔ بزنس کا حال تم جانتی ہو اور میجر شاہ جیسے لوگ لوگوں کو لوٹتے ہیں۔ آخر پولیس کس لیے ہے۔‘‘

رخسانہ غور سے اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھی۔ ’’میں نے ابھی کہا تھا ناں کہ تم شاہ کو نہیں جانتے وہ پیشہ ور سراغرساں نہیں ہیں۔ وہ کوئی معاوضہ نہیں لیتے وہ نوشابہ کے باپ کے دوست بھی ہیں اور اگر خرچے کی بات ہوتی بھی تو میں تمہاری کمائی سے خرچہ ادا نہ کرتی۔ بیشک نوشابہ کی موت کے بعد وصیت کے مطابق اس کی کروڑوں کی دولت میں

وارث ہوں لیکن الیاس میں نوشابہ کے نام سے بدنامی کا داغ دھونے کے لیے یہ ساری دولت خرچ کر دوں گی۔ ویسے بھی اس دولت کی ایک پائی بھی مجھ پر حرام ہے۔ میں یہ ساری دولت کسی ٹرسٹ یا یتیم خانے کو دے دوں گی۔ تاکہ میری بچی کا نام ہمیشہ عزت سے لیا جائے۔ سمجھے۔'' رخسانہ اچانک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

الیاس کا چہرہ غصے سے سیاہ پڑ گیا تھا۔ اس نے جلدی سے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ رخسانہ ٹھیک ہے۔ تم ذہنی طور پر ابھی بہت پریشان ہو۔ جاؤ آرام کرو۔''

رخسانہ کو بیڈ روم تک پہنچا کر وہ ایک کام کے بہانے باہر نکل گیا۔

ٹھیک ساڑھے نو بجے الیاس بیگ وعدے کے مطابق ایک ویران ہوٹل میں بیٹھا تھا اور اس کے سامنے جو شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا حلیہ نوشابہ کے قاتل بدر سے بہت ملتا جلتا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اس کے سیاہ بال اب نیم سفید نظر آ رہے تھے۔ لباس بھی معمولی اور میلا تھا اور چہرے پر جھریاں نمایاں تھیں اور وہ بہت خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ کیونکہ درحقیقت یہ وہی شخص تھا۔ جو نوشابہ کو ہوٹل میں لے کر گیا تھا۔ جس نے اپنا فرضی نام پاشا بتایا تھا۔ اور جس کی پولیس کو تلاش تھی اور جس کا اصلی نام بدرالدین تھا۔ پولیس نے لوگوں کی انفارمیشن کے مطابق اس کی جو شناختی تصویر بنا کر اخبارات کو جاری کی تھی۔ وہ اس سے بہت ملتی جلتی تھی۔

بدر خوب صورت لباس اور امیرانہ ٹھاٹ باٹ کے ذریعے خوب صورت لڑکیوں کو پھنسا کر گناہ کی راہ پر لگانے کا بڑا ماہر تھا۔ اسے اپنے فن پر اتنا عبور حاصل تھا کہ ان گنت لڑکیوں کو پھنسا کر گناہ کی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھیں۔ ان کو بلیک میل کر کے وہ آرام دہ زندگی بسر کرتا رہا تھا اور اس لیے الیاس بیگ نے اس کی خدمات حاصل کی تھیں۔

''تم رقم لے آئے ہو۔'' بدر نے الیاس بیگ سے پوچھا۔ وہ گھبرایا ہوا تھا۔

''رقم ...... تم نے سارا بیڑہ غرق کر دیا۔ پھر بھی رقم کی بات کر رہے ہو۔'' الیاس نے غصے سے کہا۔

''اس میں میرا کیا قصور ہے۔'' بدر کا چہرہ اچانک خطرناک ہو گیا تھا۔ ''میں نے تم کو ابھی بتا دیا ہے کہ نوشابہ کے قتل سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں اسے زندہ چھوڑ کر آیا تھا' اسے شراب میں خواب آور دوا بھی پلا دی تھی۔ وہ بے خبر سو رہی تھی۔ اس کے کپڑے بھی ساتھ لے آیا تھا تاکہ صبح کو جب پولیس ہوٹل پہنچے تو اسے شرمناک حالت میں پائے۔ تمام اخبارات میں اس کا چرچا ہو۔ وہ منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ تم یہی تو چاہتے تھے۔''

''لیکن قتل کا الزام تم پر لگ چکا تھا۔ پولیس تم کو قاتل قرار دے رہی ہے۔''

''یہ جھوٹ ہے تم جانتے ہو یہ جھوٹ ہے۔'' بدر نے جلدی سے کہا۔ ''میں اسے کیوں ہلاک کرتا۔''

''لیکن یہ تم کہہ رہے ہو...... کون اس پر یقین کرے گا۔ قتل کی وجہ سے سب کام بگڑ گیا اس کی ماں نے عہد کر لیا ہے کہ نوشابہ کی ساری دولت یتیم خانے کو دے دی گی۔ مجھے کیا ملا جو تم کو معاوضہ دوں۔'' الیاس بیگ غصے میں سب کچھ بول گیا۔ پھر گھبرا کر بولا۔ ''میرا مطلب ہے۔''

''میں تمہارا مطلب پہلے ہی سمجھ رہا تھا۔ الیاس بیگ کوئی سوتیلا باپ ایسی حرکت بلا لالچ کے نہیں کرتا۔''

''تم مجھے بلیک میل کرنا چاہتے ہو۔ میں پولیس کو۔''

''رہنے دو الیاس صاحب! میں گرفتار ہوا تو تم بھی نہیں بچو گے۔ رقم میرے حوالے کرو اور جا کر خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔ ورنہ......''

الیاس جانتا تھا کہ بدرالدین کی دھمکی وزن رکھتی ہے۔ اس نے خاموشی سے رقم اس کے حوالے کر دی اور خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔ ''تم بہت کمینے ہو بدرالدین اب مجھے کبھی اپنی شکل نہ دکھانا۔ ورنہ خواہ انجام کچھ بھی ہو۔ میں پولیس کو مطلع کر دوں گا۔'' وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔

بدر نے رقم جیب میں رکھی وہ جلد از جلد اس شہر سے بہت دور نکل جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ اگر پکڑا گیا تو قتل کے الزام سے بچنا مشکل تھا۔ یہ اور بات تھی کہ قتل واقعی اس نے نہیں کیا تھا۔ ہوٹل سے نکل کر وہ ایک تنگ و تاریک گلی میں تیز تیز قدم رکھتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ ہوٹل سے نکل کر وہ ایک تنگ و تاریک گلی میں تیز تیز قدم رکھتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ یکایک اسے محسوس ہوا کہ سر پر کوئی پہاڑ آ گرا ہو۔ ضرب اتنی شدید تھی کہ وہ اس شخص کے بازوؤں میں جھول گیا۔ جس نے عقب سے اس کے سر پر وار کیا تھا۔ اس شخص نے اسے اپنے ہاتھوں پر اٹھایا اور کچھ فاصلے پر کھڑی ہوئی کار کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔

کار رات کی تاریکی میں گلی سے نکل کر غائب ہو گئی۔

☆☆

شارق نے ایک بوتیک سنٹر کے سامنے رک کر جائزہ لیا خاصی بڑی اور دیدہ زیب دوکان تھی۔ شیشے کی بڑی بڑی شو ونڈوز میں لیڈیز کے جدید فیشن کے ملبوسات اور میک اپ کا سامان سجا ہوا تھا۔ چند لمحے انتظار کر کے وہ اندر داخل ہوا۔ کاؤنٹر پر تین عورتیں خریداری میں مصروف تھیں۔ جبکہ ایک چلبلی سی سیلز گرل انہیں سامان دکھانے میں مصروف تھی۔ کونے میں ایک گداز بدن کی خوبصورت سی لڑکی کھڑی اسے عجیب سی نظروں سے گھور رہی تھی۔ اس کے سامنے کاؤنٹر پر ایک رجسٹر رکھا ہوا تھا۔ شاید وہ بوتیک کی منیجر تھی۔ شارق کو دیکھ کر وہ مسکرائی تو شارق اس کی سمت بڑھ گیا۔

''جی فرمائیے۔'' لڑکی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ''شاید آپ کو اپنی مسز کے لیے کوئی تحفہ چاہیے۔''

شارق نے اسے غور سے دیکھا۔ لباس سے وہ کرسچن معلوم ہوتی تھی۔ خدوخال بنگالیوں جیسے تھے۔ بڑی جاذب نظر اور اسمارٹ لگ رہی تھی۔

''کیا میں شکل سے شادی شدہ لگتا ہوں۔'' اس نے آہستہ سے پوچھا۔

لڑکی نے چونک کر اسے دیکھا پھر شوخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ''دو بچوں کے باپ بھی۔''

''آپ شاید اپنے شوہر سے میرا موازنہ کر رہی ہیں۔''

''جی ــــ جی نہیں۔ ابھی میں نے یہ معیت نہیں پالی۔'' لڑکی نے فوراً کہا۔ ''آپ فرمائیے کیا چاہیے۔''

''جی ــــ فی الحال تو صرف آپ کی ضرورت ہے۔''

لڑکی کے ماتھے پر بل آ گیا۔ ''مسٹر آپ غلط جگہ آ گئے ہیں۔'' اس نے غصے سے کہا۔

''کیا یہ بوتیک نوشابہ کا نہیں ہے۔'' شارق نے کہا۔

لڑکی چونک پڑی۔ اس نے شارق کو غور سے دیکھا۔ ''شکل سے پولیس والے تو آپ لگتے نہیں۔ شاید پریس سے تعلق ہو گا۔''

''دونوں اندازے غلط ہیں۔''

''پھر آپ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔'' لڑکی کی آنکھوں سے ہلکا سا خوف جھلکنے لگا۔ ''میں نوشابہ کے بارے میں باتیں کرنا چاہتا ہوں لیکن تنہائی میں۔'' شارق نے کہا۔ ''آپ گھبرائیں نہیں آدمی شریف ہوں۔''

لڑکی بے ساختہ مسکرا دی۔ ''یہ بھی اندازہ ہو

جائے گا آپ اندر آفس میں آجائیے۔"

دفتر کا کمرہ چھوٹا سا لیکن بڑا دیدہ زیب اور سلیقے سے سجا ہوا تھا۔ کونے میں میز تھی۔ جس پر ملبوسات کے بہت سے ڈیزائن رکھے ہوئے تھے۔ لڑکی نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میز کے گردن رکھی ہوئی ریوالونگ چیئر پر سمٹتے ہوئے بولی۔

"مجھے کیتھرین کہتے ہیں نوشابہ کی سہیلی بھی ہوں اور پارٹنر بھی۔"

شارق نے اپنی جیب سے کارڈ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ "میں نوشابہ کی موت کے سلسلے میں حقائق جاننا چاہتا ہوں۔ آپ یقیناً کچھ روشنی ڈال سکتی ہیں۔"

کیتھرین کا لہجہ سنجیدہ ہوگیا۔ "اس کی اچانک موت سے ہم حیران رہ گئے ہیں' وہ میری دوست بھی تھی اور پارٹنر بھی ...... ہم دونوں بہنوں کی طرح ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے لیکن' لیکن پہلی مرتبہ وہ مجھے اعتماد میں لیے بغیر ...... میرا مطلب ہے۔ اس نے مجھے اس شخص کے بارے میں نہیں بتایا جو اسے رات کو ساتھ لے کر گیا تھا اور جس نے اسے بے دردی سے قتل کر دیا۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے تھے۔

شارق نے غور سے اس کے چہرے کا جائزہ لیا۔

"مجھے افسوس ہے کیتھرین لیکن میں بھی نوشابہ کے قاتل کو بے نقاب کرنا چاہتا ہوں امید ہے۔ تم میری مدد کرو گی۔"

"میں کیا مدد کرسکتی ہوں جو کچھ معلوم تھا سب کچھ پولیس کو بتلا چکی ہوں۔"

"بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو پولیس کو بھی نہیں بتلائی جاسکتیں۔ وہ باتیں جو راز کی باتیں ہوتی ہیں جو صرف سہیلیوں کے درمیان راز ہوتی ہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ میں اس شخص کے بارے میں بالکل نہیں جانتی جس کی پولیس کو تلاش ہے۔"

"اس کے دوسرے دوستوں کے بارے میں تو جانتی ہوگی۔"

"ہاں ...... وہ بہت آزاد خیال اور خوش مزاج تھی لیکن ایسی نہیں جیسا کہ پولیس کا خیال ہے۔"

"دیکھو کیتھرین میرا تعلق پولیس سے نہیں ہے۔ تم مجھے ایک دوست سمجھ کر بات کرو۔ جو نوشابہ کے متعلق کوئی ایسی بات جو اس کی ذات اس کی مصروفیات حلقہ احباب پر روشنی ڈال سکے۔ اس کے قتل کا معمہ حل کرنے میں بڑی مدد دے سکتی ہے۔ تم' میں اور نوشابہ کی ماں سب یہی چاہتے ہیں کہ اس کا قاتل پکڑا جائے۔"

کیتھرین اسے چند لمحے گھورتی رہی پھر مسکرا کر بولی۔ "وہ زندہ ہوتی تو تم کو بہت پسند کرتی۔"

"چلو یہ ہی سمجھ کر تم اعتماد کرلو۔ ویسے عموماً لڑکیاں مجھے پسند کرتی ہیں۔"

کیتھرین چند لمحے غور کرتی رہی پھر سوچتے ہوئے بولی۔ "نوشابہ نے مجھ سے کبھی کوئی بات راز نہیں رکھی لیکن کل جب میں اس کی دراز صاف کررہی تھی تو وہ تصویر اچانک مل گئی اس نے مجھے نہیں بتلایا تھا کہ وہ کب اور کہاں اتروائی اور بڑی احتیاط سے چھپا کر رکھا گیا تھا۔ اسی لیے میں نے پولیس کو اس کے بارے میں نہیں بتایا۔"

"کون سی تصویر۔" شارق نے چونک کر بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

کیتھرین اس کے چہرے کو گھورتی رہی۔

"میرا خیال ہے تم پر اعتماد کرہی لوں۔" اس نے دراز کھول کر ایک ڈکشنری نکالی۔ اس کے اندر سے ایک چھوٹی سی تصویر نکالی ایک لمحہ سوچتی رہی پھر تصویر شارق کو دے دی۔ "لو ...... یہ رہی وہ تصویر۔"

شارق نے تصویر کیتھرین کے ہاتھ سے لے لی لیکن اس پر نظر ڈالتے ہی اس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔

"مائی گاڈ ...... خدا بچائے تم لڑکیوں سے۔ یہ تصویر۔" اس نے کیتھرین کی سمت دیکھا۔ "کیا تم نے اتاری تھی۔"

کیتھرین کا چہرہ شرم سے گلنار ہوگیا۔ "نہیں نہیں تو۔ مجھے تو اس کا علم بھی نہیں تھا اور نوشابہ نے بھی اسے چھپا کر رکھا ہوا تھا۔"

"لیکن اگر کسی نے یہ تصویر اتار دی تھی تو نوشابہ نے اسے دی کیوں نہیں۔"

"میں بھی یہ ہی سوچتی رہی ہوں۔ میرا خیال ہے ایسے اور پرنٹ بھی رہے ہوں گے جو اس نے کھینچنے والے کو دے دیے ہوں گے۔ یہ پرنٹ ذرا خراب ہوگیا تھا۔ اس لیے نہیں دیا ہوگا۔"

"کیا خرابی ہے اس میں۔" شارق نے سوال کیا۔

"ذرا غور کرو سینے پر ایک دھبہ نہیں آگیا ہے۔"

شارق نے میز پر رکھا ہوا محدب شیشہ اٹھا کر تصویر کو غور سے دیکھنا شروع کیا تصویر پر نظر آنے والا دھبہ کچھ واضح ہوگیا۔ شارق نے غور کیا تو وہ دھبہ نہیں تھا۔ لکیروں سے بنائی گئی ایک تصویر تھی۔ سیاہی یا پھر گودنے سے ایک تصویر بنی نظر آرہی تھی۔ نقوش واضح نہیں تھے لیکن تھی وہ بہرحال ایک تصویر جسے شاید جسم پر گدوایا گیا تھا لیکن وہ اتنی مبہم تھی کہ کچھ کہنا دشوار تھا۔ اس نے کیتھرین کی سمت دیکھا۔ "کیتھرین تم نوشابہ کی راز دان دوست تھیں۔ کیا اس کو اس قسم کے مشاغل کا شوق تھا۔"

"نہیں۔" کیتھرین نے فوراً کہا۔ "اسی لیے تو مجھے اس تصویر کو دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔"

شارق چند لمحے سوچتا رہا اب نوشابہ کی لاش بھی باقی نہیں تھی جو دیکھا جاسکے۔ اسے حیرت تھی کہ انسپکٹر نواز نے اس نشان کا ذکر کیوں نہیں کیا پھر اچانک اسے نواز کا ایک جملہ یاد آگیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کے سینے پر کسی نے کھرونچے لگائے ہوں وحشت جگہ جگہ سے ادھڑا ہوا تھا۔ کسی نے نوشابہ کے سینے سے یہ نقش مٹا دیا تھا۔ قاتل نہیں چاہتا تھا کہ کوئی یہ نقش دیکھ سکے لیکن کیوں۔

"کیا میں یہ تصویر رکھ سکتا ہوں۔" شارق نے اچانک پوچھا۔

"ہاں ...... بشرطیکہ تم اسے راز رکھو۔" کیتھرین نے جواب دیا۔

کیتھرین سے تصویر لے کر وہ سیدھا گھر پہنچا اور میجر شاہ کو تمام تفصیلات بتلائیں۔ وہ اسے ساتھ لیتے ہوئے سیدھے اپنی لیبارٹری میں پہنچے اور اسے اپنی ڈیاسکوپ میں لگا کر جو ہر چیز کو کئی گنا بڑا کر کے دکھانے کا آلہ تھا پروجیکٹر کا سوئچ آن کر دیا۔ اسکرین پر نوشابہ کی قد آدم سے بھی دو گنا بڑی تصویر نمایاں ہوگئی فوکس درست کرنے کے بعد شاہ نے غور سے تصویر کو دیکھنا شروع کیا۔

"بڑا ظالم شخص تھا۔ جس نے نوشابہ کو قتل کر دیا۔" شارق نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"حواس پر قابو رکھو برخوردار۔" ...... میجر شاہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"بلاشبہ یہ تصویر جسم پر گودی گئی تھی۔ تصویر کے ساتھ یہ تم انجان زبان کے حروف دیکھ رہے ہو۔ یہ قدیم مصری زبان کے ہیں اور تصویر کے نقوش پہچان رہے ہو۔ تم نے بہت ہی اہم سراغ حاصل کرلیا ہے۔ شارق ...... لیکن اس سے مسئلہ اور بھی پراسرار ہوگیا ہے۔"

"مسئلے سے زیادہ آپ کی باتیں پراسرار ہوگئی ہیں۔" شارق نے کہا۔

"یہ تمہاری جہالت کا ثبوت ہے۔ برخوردار' پندرہویں صدی کے مصر اور اٹھارہویں صدی کے فرانس میں شاہی محلوں میں یہ لباس عام تھے۔ قدیم مصر میں تو یہ رواج بہت پہلے سے عام تھا۔ یہ جو تصویر کے گرد بیضوی دائرہ نظر آرہا ہے۔ اسے کارتوش کہتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی ہیروغلافی کہلاتی ہے۔ جس میں حکمران کے نام اور عہد تحریر ہوتا ہے۔ اس مخصوص کارتوش کی زبان دائیں سے

بائیں جانب بڑھی جائے گی اور اس دائرے میں بنی ہوئی ملکہ کی تصویر کے نقوش بھی اگر تم نہیں پہچان سکتے تو یقیناً تمہاری کھوپڑی بھیجے سے خالی ہے۔“

”قلوپطرہ۔“ شارق نے اچھل کر کہا۔

”شاباش تم تو واقعی تھوڑی سی عقل بھی رکھتے ہو۔“ میجر شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور پروجیکٹر کا سوئچ آف کر دیا۔ ”اب سوال یہ ہے کہ یہ نشان نوشابہ کے سینے پر کیوں گودا گیا اور قاتل نے اس کو مٹانے کی کوشش کیوں کی۔“

”آپ جانتے ہیں کہ میں سوالات کے جواب کے معاملے میں بچپن ہی سے کمزور ہوں۔“ شارق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”چند باتیں قابل غور ہیں۔“ میجر شاہ نے شارق کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ بات اب تصدیق ہو چکی ہے کہ نواز جو ٹرانسپیرنسی لایا تھا وہ اصلی تھیں اور ان پر سے نوشابہ کی لاش کی تصویر پراسرار طور پر مٹ گئی تھی۔ اس کے بعد نوشابہ کی لاش پوسٹ مارٹم کی میز پر اس طرح پگھل گئی جیسے وہ گوشت پوست کی نہیں برف کی رہی ہو۔ قاتل نے اس کے سینے سے یہ نشان اپنی دانست میں مٹا دیا تھا۔ یہ ساری باتیں عقل سے بالاتر ہیں اور اب تک ہم کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے ہیں۔“

”خوب تو آپ لوگ میری کم عقلی کا ڈھنڈورا بلا سبب پیٹتے ہیں۔“ شارق نے کہا۔ ”اسی دوران آپ نے کچھ بھی معلوم نہیں کیا۔“

”نواز سے فون پر بات کرنے کے بعد میں اسٹاک ایکسچینج چلا گیا تھا۔ وہاں میرا ایک دوست فیروز ہے۔ اس سے چند باتیں ضرور معلوم ہوئی ہیں۔“

”لیکن آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ قاتل کا تعلق اسٹاک ایکسچینج سے تھا۔“

”احمق ہو تم ...... میں نے یہ کب کہا ہے۔ قاتل کا نہیں نوشابہ کے سوتیلے باپ کا تعلق اسٹاک ایکسچینج سے ہے۔ میں الیاس بیگ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے گیا تھا۔“

”لیکن کیوں۔“

”اس لیے کہ نوشابہ کی موت سے جس کسی کو بھی مالی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اس کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔ آیا تمہاری کھوپڑی میں۔“ میجر شاہ نے جھنجلا کر کہا۔

”تھوڑا تھوڑا ...... لیکن جناب مسز بیگ نے رات صاف صاف کہہ دیا تھا کہ نوشابہ کے ورثے کی ایک پائی بھی وہ خرچ نہیں کرے گی۔ سب فلاحی کاموں کے لیے وقف کر دے گی۔ پھر الیاس بیگ اس سے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔“

”تمہیں یہ کیسے معلوم کہ مسز بیگ نے یہ بات اپنے شوہر کو بھی بتلا دی تھی۔ ممکن ہے وہ یہی سمجھ رہا ہو کہ یہ ساری دولت مسز بیگ کے ذریعہ اس کی دسترس میں آجائے گی۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ پھر آپ کو کیا معلوم ہوا۔“

”الیاس بیگ کو فوری طور پر بھاری رقم کی ضرورت ہے۔“ میجر شاہ نے بتلایا۔ ”وہ بری طرح مقروض ہے اور دیوالیہ ہونے کی حد کو پہنچ چکا ہے اور تباہی سے بچنے کے لیے اسے فوری طور پر رقم درکار ہے۔“

”اور اس لیے اپنی سوتیلی بیٹی کو قتل کر کے اس کی دولت ہتھیانا چاہتا تھا۔ گڈ ویری گڈ معاوضہ حاصل ہو گیا۔“

”ابھی نہیں ابھی تو محض ایک مفروضہ ہے۔“ میجر شاہ نے کہا۔

”کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ انسپکٹر نواز کو بتلا دیجیے وہ مار مار کر الیاس بیگ سے اقرار جرم کرا لے گا۔ قتل خواہ کسی نے کیا ہو۔“

”ہمیں اس سے غرض نہیں کہ پولیس کیا کرتی ہے۔“ میجر شاہ نے کہا۔ ”قاتل کی تلاش کے ہمیں نوشابہ کے دامن سے بدنامی کا داغ بھی دھونا ہے۔“

”اب یہ کیسے ممکن ہے۔ یہ تصویر اور پوسٹ مارٹم دونوں سے ظاہر ہے کہ نوشابہ پاکباز تو نہیں تھی۔“

”لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اسے مرضی کے خلاف اس راہ پر چلنے کے لیے مجبور کیا گیا تھا۔ تو اس کی بیگناہی ثابت ہو سکتی ہے۔“

”میجر ...... یہ ثابت کرنے کے لیے ہمیں پہلے پاشا کو تلاش کرنا پڑے گا اور یہ کام آسان نہ ہوگا۔“

”آسان ہوتا تو تمہارے سپرد کیوں کیا جاتا۔“ میجر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”حلیہ اور شناختی تصویر تمہارے پاس موجود ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ایسی جگہوں پر ضرور آتا جاتا رہا ہوگا جہاں نوشابہ جیسی آزاد خیال اور خوب صورت لڑکیاں آتی جاتی رہتی ہیں۔ تمہارے لیے ہم دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ پاشا اور الیاس بیگ میں کوئی رابطہ تھا تو معاملہ آسان ہو جائے گا۔“

☆☆

تقریباً چوبیس گھنٹوں کے درمیان بدرالدین کی آنکھ تیسری مرتبہ کھلی تھی۔ ہر مرتبہ اس نے خود کو اسی چکنے فرش پر پڑا ہوا پایا۔ جس عجیب طرز کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے اور ہر مرتبہ اس نے ایک بلی کو گھورتے ہوئے پایا۔ جو اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ نیم تاریک میں بلی کی انگارے کی طرح چمکتی آنکھیں اسے مسلسل گھورتی رہتی تھیں۔ خوف سے اس کے جسم پر پھریری سی آگئی۔

اس کے ہاتھ پیر اسی میں بندھے ہونے کی وجہ سے اکڑ گئے تھے۔ گردن دکھ رہی تھی اور جسم بے حس محسوس ہو رہا تھا۔ سر پر لگنے والی ضرب سے ٹیسیں سی اٹھ رہی تھیں۔ اسے کچھ یاد نہ تھا کہ وہ یہاں کیسے پہنچا اور اسے کیوں یہاں قید کیا گیا تھا اور وہ کون لوگ تھے۔ جو اسے پکڑ کر یہاں لے آئے تھے۔ وہ جس کمرے میں پڑا ہوا تھا۔ اس کا فرش اور دیواریں اتنی چکنی اور صاف ستھری تھیں کہ تاریکی میں بھی چمک رہی تھیں۔ بناوٹ میں بھی عجیب تھی۔ کم از کم جدید دور میں شہر کے اندر ایسی بناوٹ اس نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ قدیم دور کے کسی مندر میں آ گیا ہے۔

دیواروں پر ریشمی پردے پڑے ہوئے تھے۔ جن پر عجیب و غریب نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ اس کے بالکل سامنے والے پردے پر ایک خوفناک درندے کی تصویر تھی۔ جس کا سر انسانوں جیسا تھا۔ ایک جانب بلند اسٹینڈ پر ایک بڑی بلی کا مجسمہ رکھا ہوا جس کے نیچے انگریزی کے رومن حرف میں 'ٹائیگر' لکھا ہوا تھا۔ اس نے سوچا کہ شاید یہ اس بلی کا نام ہوگا لیکن اس سے بمشکل دو گز دور بیٹھی ہوئی بلی کوئی مجسمہ نہ تھی۔ وہ مخملی گدے پر کسی مجسمے کی طرح بیٹھی ہوئی اسے گھور رہی تھی لیکن اس کی آنکھیں حرکت کر رہی تھیں۔ کمرے میں اسی بلی کے علاوہ کوئی جاندار چیز نہیں تھی۔

بدر کا خیال، بار بار الیاس بیگ کی طرف جاتا لیکن پھر خیال آیا کہ اگر اس نے رقم واپس لینے کے لیے یہ حرکت کی ہوتی تو یہاں قید کیوں کرتا۔ اسے بار بار احساس ہو رہا تھا کہ اسے اس مکار آدمی کا آلہ کار نہیں بننا چاہیے تھا۔ اس نے دولت کی خاطر اپنی سوتیلی بیٹی کو بدنام کرنے کی سازش کی ممکن ہے کہ اس کے آنے کے بعد نوشابہ کو الیاس بیگ نے ہی قتل کر دیا ہو۔ کچھ بھی ہو لیکن پولیس کی نظروں میں تو قاتل وہ تھا اور وہ اپنی بے گناہی ثابت کرنا اس کے لیے ممکن نہ تھا۔ اسی لمحے ہلکی سی آواز ہوئی اور وہ چونک پڑا کسی نے ہلکے سے پردہ کھینچا تھا۔ اس نے نظریں اٹھائیں تو حیرت زدہ رہ گیا۔

اندر سے آنے والی روشنی میں اسے وہ

دونوں خوفناک افراد نظر آئے۔ ایک تو دیو قامت شخص تھا۔ جس کے جسم پر صرف ایک سفید لنگوٹی بندھی ہوئی تھی۔ جسم پر کسی چکنے تیل کی مالش کی ہوئی تھی جس سے وہ چمک رہا تھا۔ پیر ننگے تھے۔ وہ اتنا جسیم اور توانا تھا کہ بازوؤں کے پٹھوں کی مچھلیاں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ اس کے برابر کھڑے ہوئے شخص کے جسم پر سلک کی سفید رنگ کی عبا تھی۔ جس کی لانبی آستینوں سے اس کے ہاتھ باہر نکلے ہوئے تھے۔ عباء پر دل کے مقام پر سنہری رنگ سے ایک تصویر کڑھی ہوئی تھی اس کا چہرہ لانبا اور سفید ہو رہا تھا۔ آنکھیں بلی کی طرح چمک رہی تھیں اور ماتھے پر ایک سیاہ پٹکا باندھا ہوا تھا۔ خوف کی ایک سرد لہر بدرالدین کے جسم میں دوڑ گئی۔

اس شخص نے بدر کے بجائے بلی کو مخاطب کیا اور اس کے قریب جا کر آہستہ سے بولا۔ ”شکریہ ٹائیگر۔“ بلی نے آخری بار بدر کی طرف دیکھا اور پھر شاہانہ انداز میں اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ اس کے بعد وہ شخص بدرالدین کی طرف مڑا' قدیم مصر میں بلیوں کو دیوتاؤں کا اوتار تصور کیا جاتا تھا۔ خصوصاً بوباستی کی دیوی باست کا جب وہ مر جاتی تھی تو اس کی لاش کو حنوط کر کے بوباستی کے شہر مقبرے کے اندر محفوظ کر دیا جاتا تھا۔

”تم اس کے مستحق تو نہ تھے کہ اتنی متبرک محافظ تمہاری نگرانی کے لیے مقرر کی جاتی بدرالدین لیکن اتفاق سے تم ہمارے لیے بڑے اہم بن گئے ہو۔“ اس کے اشارے پر قوی الجثہ شخص نے کرسی بدر کے سامنے رکھ دی۔ وہ شخص کرسی پر بیٹھ گیا۔ اپنی تھوڑی کلائی کے سہارے رکھ کر بدرالدین کی جانب جھکا اور غور سے اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا بدر کا حلق خوف سے خشک ہو رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ عبا پہنے ہوئے شخص کی دائیں ہاتھ کی ایک انگلی میں سونے کی انگوٹھی تھی۔ جس میں سرخ رنگ کا بڑا سا یاقوت لگا ہوا تھا۔ اس یاقوت کی شکل بالکل آنکھ کی طرح تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی سرخ دہکتی ہوئی آنکھ اسے گھور رہی ہو اور اس کے دماغ میں پیوست ہوتی جا رہی ہو۔ ”یہ...... یہ تم کیا کر رہے ہو۔“ بدر نے گھبرا کر کہا۔ ”آخر تم کیا چاہتے ہو۔“

”خاموش رہو...... بدرالدین۔“ ایک نرم اور ملائم آواز اس کے کانوں میں گونجی۔ ”تمہاری ساری مصیبتیں دور ہونے والی ہیں لیکن پہلے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم کتنا جان چکے ہو۔ اس نادان لڑکی نے جواب دنیا میں نہیں ہے تم کس حد تک بتلایا ہے۔ اور میرے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت بالکل نہیں ہے۔ اس لیے جھوٹ اور سچ کی تمیز کرنے میں اپنی صلاحیت برباد نہیں کرنا چاہتا۔“

”سچ اور جھوٹ۔“ بدر نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ ”میں کچھ نہیں جانتا مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ اس نے یقین دلایا۔ نوشابہ نے مجھے کچھ نہیں بتلایا کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔“

”انگوٹھی کو غور سے دیکھو بدرالدین' غور سے دیکھو ذہن پر زور دو جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔“ میٹھی اور نرم آواز اس کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں انگوٹھی کے نگینے سے چپک کر رہ گئیں تھیں۔ وہ گہرائیوں میں ڈوبا چلا جا رہا تھا۔

”اب اپنی آنکھیں بند کر لو۔ بدر تم سو رہے ہو۔ تم سو رہے ہو تم کو نیند آ رہی ہے۔ گہری۔ میٹھی اور آرام دہ نیند۔“ بدر کا جسم ڈھیلا پڑ چکا تھا۔ وہ سو رہا تھا۔

”اب یہ قابو میں ہے۔ اسے پوجا کے کمرے میں لے آؤ۔“ دراز قد والے عبا پوش نے کہا۔

وہ ایک بلند چھت والا کشادہ کمرہ تھا۔ چھت میں پوشیدہ جگہوں سے رنگ برنگی روشنیاں اس طرح نیچے آ رہی تھیں جیسے دھوپ چھاؤں ہو رہی ہو۔ دیواروں میں پوشیدہ ہیٹروں نے کمرے کے درجہ حرارت کو مصر کے ریگزاروں کے برابر کر دیا تھا۔ کمرے میں پجاریوں کا مجمع اس حرارت میں لذت محسوس کر رہا تھا۔ سامنے بنے ہوئے بلند چبوترے پر جو کمرے کے ایک کونے تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک نہایت خوب صورت اور منقش تخت رکھا ہوا تھا۔ جس کے نقش رنگار پر سرخ اور سیاہ ملمع چڑھا ہوا تھا۔ پتیوں کا رنگ سنہرا تھا۔ تخت کے بالکل سامنے قربان گاہ تھی جو ایک لانبی ربر کی سل رکھ کر بنائی گئی تھی اور اس کے ایک کونے میں دائرہ نما گڑھا سا بنا ہوا تھا۔ جس میں انسانی سر بہ آسانی آ سکتا تھا۔ اس کے دونوں جانب نالی نما سوراخ بنے ہوئے تھے کمرے کے مخالف سمت کا پورا حصہ ایک دبیز پردے نے چھپا رکھا تھا۔ وہاں موجود پجاریوں میں سے کوئی بھی ادھر نہیں دیکھ رہا تھا۔

کمرے میں موجود افراد جن کی تعداد بیس کے قریب تھی اضطراب کے عالم میں پہلو بدل رہے تھے۔ ان میں چند کھڑے تھے اور باقی قدیم مصری طرز کی نیچی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ سب کی بے چین نگاہیں اس دروازے پر مرکوز تھیں۔ جس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ تخت کے پیچھے حجر کا ایک بڑا پردہ پڑا ہوا تھا۔ جس پر ایک بھیانک شکل والا پرندہ...... بنا ہوا تھا۔ اسکا سر انسان نما تھا۔ اس پر دو سینگ بھی نکلے ہوئے تھے۔ چہرہ اتنا بھیانک تھا کہ دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ مصری علوم کا ماہر فوراً پہچان لیتا کہ یہ بدی کے قدیم دیوتا کی شکل تھی۔ قربان گاہ کے آخر میں ایک شمعدان تھا۔ جس میں مصری عود سلگ رہی تھی۔ اس کی بھینی خوشبو دھوئیں کے ساتھ تمام کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔

اور پھر اچانک پردہ ہٹا اور دراز قد اپنے بازوؤں پر ایک بے ہوش کو اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوا۔ یہ بدرالدین تھا۔ جو تنویمی نیند کے زیر اثر تھا۔ دراز قد نے اسے قربان گاہ پر لٹا دیا اور پھر ایک جانب کھڑا ہو گیا۔ بلندی پر بنی ہوئی ایک محرم دار کھڑکی سے اچانک تیز روشنی نے چبوترے کی ہر چیز کو نمایاں کر دیا۔ اور پھر اچانک عبا پوش پجاری نے اچانک اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور انجانی زبان میں کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کے گلے میں ایک ننھا سا مائیکروفون پوشیدہ تھا۔ جس کے ذریعے دیواروں میں لگے ہوئے خفیہ لاؤڈ اسپیکر سے اس کی آواز گونج رہی تھی۔ اس کے بعد اس نے آہستہ آہستہ مدھم آواز میں کہنا شروع کر دیا۔

”بدی کے دیوتا کے پجاریو! تم جانتے ہو ہماری ایک پجارن جسے ہم نے قلوپطرہ کے نام سے موسوم کیا تھا۔ گمراہی کی راہ پر چل نکلی تھی۔ اس نے دیوتا سے کیا جو عہد توڑ دیا تھا اور میں نے سب کے سامنے یہ اعلان کیا تھا کہ اس پر دیوتا کا قہر نازل ہوگا تم جانتے ہو اسے سزا مل گئی اور اب وہ دنیا میں نہیں ہے۔ اس کی لاش کا بھی نام و نشان نہیں ہے۔ اس کی سسکتی ہوئی روح تمام عہد عذاب کا شکار رہے گی۔“

پجاریوں کو خوف سے جھرجھری آ گئی۔ عبا پوش پجاری نے پھر کہنا شروع کر دیا۔ ”تمہارے سامنے قربان گاہ میں بے حس پڑا ہوا شخص قلوپطرہ کا شریک جرم ہے۔ اب میں تم سب کے سامنے اس شخص کی زبان سے قلوپطرہ کی گمراہی کا ثبوت فراہم کروں گا۔ بدرالدین تم میری آواز سن رہے ہو۔“ بدرالدین کے لبوں کو حرکت ہوئی۔ ”ہاں۔“

”تب پھر تم میری ہر بات کا سچ سچ جواب دو گے۔ تم جس لڑکی کو نوشابہ کے نام سے جانتے ہو اس نے پجاریوں کے بارے میں تمہیں کچھ بتلایا تھا۔“

چند لمحے کے وقفے کے بعد بدرالدین نے کہا۔ ”پجاری نہیں کچھ نہیں کہا۔“

”کیا اس نے کسی خوف اور اندیشے کا ذکر کیا تھا۔“

”نہیں' لیکن کبھی کبھی وہ مجھے انجانے خوف

میں جلتا نظر آتی تھی۔ اسی لیے میں نے اسے آسانی سے شراب پلادی تھی۔‘‘

’’تب پھر تم اس کے بارے میں کوئی۔ پوشیدہ بات نہیں جانتے۔‘‘

’’نہیں ...... سوائے اس کے کہ میں اس کی زندگی میں پہلا مرد نہیں تھا۔‘‘ بدر نے جواب دیا۔ ’’لیکن الیاس بیگ کو اس کا علم نہیں تھا لیکن میں نے اسے یہ بات نہیں بتلائی۔‘‘

عبا پوش چونک پڑا۔ ’’اس نے تم سے کالے جادو۔ یا کسی پوجا وغیرہ کا ذکر کیا تھا۔ کوئی ایسی بات بتلائی تھی جو تمہیں پراسرار لگی ہو۔‘‘

’’کالے جادو یا پوجا کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ میں نے اس کے سینے پر گودی ہوئی تصویر کے بارے میں پوچھا بھی لیکن۔‘‘

’’اوہ...... تم نے وہ نقش دیکھا تھا۔‘‘

’’ہاں ...... میرے پوچھنے پر اس نے بتلایا کہ یہ قلوپطرہ کا نشان ہے۔ ایک احمق نے اس کے سینے پر نقش کر دیا تھا۔‘‘

’’اوہ ...... احمق نے۔‘‘ عبا پوش کے لہجے میں سختی آ گئی تھی۔ ’’تم نے اس نقش کے بارے میں کسی کو بتلایا تھا۔‘‘

’’ہاں...... اس کے سوتیلے باپ الیاس بیگ کو۔‘‘

’’اور کسی کو نہیں۔‘‘

’’نہیں میری اور کسی سے بات ہی نہیں ہوئی۔‘‘

عبا پوش نے دراز قد کی طرف دیکھا۔ ’’لے جاؤ اسے ختم کر دو ...... دو منٹ بعد یہ ہوش میں آجائے گا۔‘‘ اس نے کہا۔ ’’بدر تم اب سے ٹھیک دو منٹ بعد بیدار ہو جاؤ گے۔‘‘

پجاری اس خوفناک حکم کا مطلب سمجھتے تھے۔ دراز قد خوفناک آدمی جب بدر کو اٹھا کر چلا تو وہ خوف سے کانپ اٹھے۔ دروازے سے نکل کر وہ غلام گردش میں آ گیا۔ جس کے آخر میں ایک زینہ تھا۔ سیڑھیاں اتر کر وہ نیچے گیا۔ چند لمحے بعد فضا بدرالدین کی دلخراش چیخوں سے گونج اٹھی اور یہ دردناک چیخیں آہستہ آہستہ ختم ہو گئیں۔ سب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

’’دیوتا سے غداری کا انجام سب نے دیکھ لیا تھا۔‘‘ عبا پوش کی آواز پھر گونجی۔ ’’اب پوجا کا آغاز ہوتا ہے۔‘‘

اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ کمرے میں دھیمی بے جان موسیقی گونج اٹھی‘ عبا پوش کا ہاتھ بلند ہوا اور تخت کے قریب رکھے ہوئے تابوت کا ڈھکن خود بخود ہٹ گیا اندر لیٹی ہوئی ممی آہستہ آہستہ بلند ہونے لگی یہاں تک کہ سیدھی کھڑی ہو گئی۔ نشے میں جھومتے ہوئے پجاریوں کے جوڑے پوجا میں داخل ہونے لگے۔

☆☆

شارق کی جدوجہد رائیگاں نہیں گئی تھی۔ الیاس بیگ کے بارے میں اسے حیرت انگیز انکشافات ہوئے تھے۔ اس نے میجر شاہ کے مشورے پر کلبوں اور ہوٹلوں کے رنگین ماحول میں صرف دو دن گزارے تھے کہ نتاشا جونیئر سے ملاقات ہو گئی۔ نتاشا ایک معمولی گھرانے کی لڑکی تھی لیکن نشے اور آوارگی کی بنا پر گھر والوں کی توجہ سے محروم ہو چکی تھی۔ وہ مالدار لوگوں کو متوجہ کرنے کی ماہر تھی اور قیمتی لباس میں شارق کی دلکش شخصیت نے اسے چونکا دیا تھا جیسے ہی رقص شروع ہوا اس نے شارق کو دعوت دی اور رقص کے دوران تکلفات کی منزل سے آگے نکل گئی۔ رقص کے بعد شارق اسے لاؤنج میں لے کر بیٹھا ہی تھا کہ نتاشا نے شراب کا آرڈر دے دیا۔

’’صرف ایک بار۔‘‘ شارق نے کہا۔ ’’میں شراب نہیں پیتا۔‘‘

’’ہائیں ...... یہ کیسے ممکن ہے۔ تم جیسا خوب صورت نوجوان اور شراب سے پرہیز۔‘‘

’’بات یہ ہے۔ نتاشا کہ ڈیڈی کا حشر دیکھ کر توبہ کر لی ہے۔‘‘

’’کیا ہوا تمہارے ڈیڈی کو......۔‘‘

شارق نے ٹھنڈی سانس بھری۔ ’’شراب اور...... عورت کے چکر میں لاکھوں روپے برباد کر دیے۔‘‘ اس نے کہا۔ ’’ممی نے بزنس نہ سنبھال لیا ہوتا تو اب تک ہم روٹیوں کو محتاج ہو جاتے ان کے دوست ہی ایسے تھے۔ ابھی کچھ دنوں قبل ایک شخص ان سے بھاری رقم لے کر چلتا بنا دیکھو شاید تم اسے پہچانتی ہو۔‘‘ اس نے جیب سے تصویر نکال کر دکھائی۔

نتاشا چونک پڑی۔ ’’بدرالدین یہ تو بڑا مکار بلیک میلر ہے تمہارے ڈیڈی کا نام کیا ہے۔‘‘

’’جانے دو میں نہیں چاہتا کہ وہ بدنام ہوں۔ ان کو اس راستے پر ڈالنے والا ایک شخص الیاس بیگ ہے۔‘‘

’’تم الیاس بیگ کو بھی جانتے ہو۔‘‘ نتاشا نے حیرت سے کہا۔ ’’بڑا کمینہ شخص ہے۔ مجھے بدرالدین نے ہی اس سے ملوایا تھا۔‘‘

شارق کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ یہ بات ثابت ہو گئی تھی کہ بدر اور الیاس ایک دوسرے سے واقف تھے۔ میجر شاہ کا شک حقیقت بن گیا تھا۔ ’’تم بتلا سکتی ہو کہ بدر کہاں ملے گا۔‘‘ اس نے پوچھا۔

’’اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ دو تین دن پہلے وہ الیاس بیگ کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ تب سے میں نے اسے نہیں دیکھا۔‘‘ نتاشا نے جام خالی کرتے ہوئے کہا۔ ’’تم الیاس بیگ سے کیوں نہیں پوچھ لیتے۔‘‘

شارق نے اس سے مزید پوچھ گچھ نہیں کی وہ جلد از جلد یہ خبر میجر شاہ کو دینا چاہتا تھا۔

☆☆

الیاس بیگ گھر سے نکلنے کی تیاری کر رہا تھا۔ نوشابہ کی موت نے اس کے منصوبے پر پانی پھیر دیا تھا اور وہ بے حد پریشان رہنے لگا تھا۔ اب تک جو قرض اس امید پر لیے تھے کہ نوشابہ کی دولت رخسانہ کو ملنے کے بعد ادا کر دے گا۔ ان کی ادائیگی کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔

شراب اور عیاشی نے اسے تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا تھا۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی اور اس نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔

’’ہیلو میں الیاس بیگ بول رہا ہوں۔‘‘ اس نے کن انکھیوں سے رخسانہ کی سمت دیکھتے ہو کہا۔ جو اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔

’’ہیلو الیاس!‘‘ ایک سریلی نسوانی آواز سنائی دی۔ ’’تم کتنی جلدی میرے پاس پہنچ سکتے ہو۔‘‘

الیاس چونک پڑا۔ آواز نئی تھی لیکن بہت سریلی۔ ’’کون بول رہا ہے۔‘‘ اس نے رخسانہ کو سنانے کے لیے پوچھا۔

’’نام پوچھ کر کیا کرو گے ڈارلنگ‘ بس آجاؤ۔‘‘ بولنے والی نے اس انداز میں کہا کہ الیاس بیگ کے خون میں حدت آ گئی۔

’’لیکن کیوں کیا کام ہے۔‘‘ اس نے آواز پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

’’قلوپطرہ کے بارے میں بات کریں گے۔‘‘

الیاس بیگ کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ اسے یاد آیا کہ بدر نے اس نقشے کا ذکر کیا تھا جو نوشابہ کے سینے پر بنا ہوا تھا۔ قلوپطرہ کی تصویر۔ تو بدر نے ایک بلیک میل کرنے کے لیے کسی عورت کا استعمال کیا تھا۔ کمینہ کہیں کا الیاس بیگ نے پھر بھی اپنے شبہے کی تصدیق ضروری سمجھی۔ ’’کون قلوپطرہ۔ میں نہیں سمجھا۔‘‘ ایک ہلکا سا قہقہہ سنائی دیا۔

’’تم اتنے بھولے نہیں الیاس بیگ۔ بدر کی زبان اتنی آسانی سے بند نہیں ہوگی۔‘‘ خوف کی ایک سرد لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ بدر نے بلیک میلنگ کا نیا طریقہ اختیار کیا تھا لیکن وہ انکار نہ کر سکتا تھا۔ پتہ نہیں اس

کمینے نے اس عورت کو کیا کیا بتا دیا تھا۔ ''کہاں آنا ہے مجھے۔'' الیاس بیگ نے جھکے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ ''اور کب۔''

''ٹھیک گیارہ بجے نوزادہ اسٹیشن کے پاس ہوٹل نیو گارڈن ہے۔ بس ہوٹل کے گیٹ کے سامنے آجاؤ میں تمہیں پہچان لوں گی۔''

وہ کار سے اتر کر ہوٹل گارڈن کی سمت بڑھا ہی تھا کہ کسی نے بڑے پیار سے اسے پکارا۔ الیاس بیگ اس نے چونک کر دیکھا۔

تاریکی سے نکل کر وہ اس کے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ الیاس کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آرہا تھا۔ سنہرے بالوں والی یہ حسینہ اسے کسی دوسری دنیا کی مخلوق نظر آرہی تھی۔ اتنی حسین و جمیل اور بھرپور عورت اس نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ چند لمحے وہ مبہوت بنا اسے گھورتا رہا اور پھر آہستہ سے بولا۔

''ہاں ...... میں الیاس ہوں اور تم۔'' وہی کھنکھناتا ہوا سریلا قہقہہ پھر سنائی دیا۔ ''نام میں کیا رکھا ہے۔ تم کام سے غرض رکھو۔ اس نے کہا۔ ''آؤ میرے ساتھ۔'' الیاس بیگ کسی سحر زدہ انسان کی طرح اس کے ساتھ چلنے لگا۔

''اس کمینے بدرالدین نے اگر تمہیں اس لیے بھیجا ہے کہ تم مجھے بلیک میل کرو تو ......'' وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

''اوہ ...... الیاس ڈارلنگ کیا میں تم کو بلیک میلر نظر آتی ہوں۔'' اس نے الیاس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ ''میں تو صرف قسمت کا حال بتلاتی ہوں۔ ممکن ہے تمہاری قسمت کھلنے والی ہو۔''

''خوب تو یہ کافر ادا قسمت کا حال بتلا کر لوگوں کو پھانستی ہے۔'' الیاس نے سوچا۔ ''اگر آج رات یہ مل جائے تو واقعی قسمت کھل جائے۔'' یہی لالچ اسے آگے لے جا رہی تھی۔

سڑک کے موڑ پر ایک مرسیڈیز کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس ہوشربا کو کار چلاتے دیکھ کر الیاس کو کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ گارڈن پارک سے ہو کر مختلف سڑکوں سے گزرتی ہوئی پارک اسٹریٹ سے ہو کر مختلف سڑکوں سے گزرتی ہوئی ایک بنگلے کے سامنے رک گئی۔ ہر سمت سناٹا طاری تھا۔ عورت دروازہ کھول کر اتری اور پھر مرسڈیز سائیڈ پر کھڑی کر کے مڑ کر الیاس کو دیکھا اور کہا۔ ''کیا اندر آنے کا ارادہ نہیں ہے۔ ڈارلنگ۔''

الیاس کا دل اس دعوت سے اچھلنے لگا۔ اس کا دماغ اس کافر ادا کے جسم سے آنے والی بھینی بھینی خوشبو سے مخمور ہو رہا تھا۔ عورت نے گھوم کر گرد و پیش دیکھا اور پھر مطمئن ہو کر بنگلے کے گیٹ میں داخل ہوئی۔ لان کے زینے سے چڑھتے ہوئے۔ وہ بالائی منزل پر پہنچے اس نے دروازہ کھول کر لائٹ جلائی اور لیاس کی سمت دیکھ کر مسکرائی۔

''کیا۔ بدر یہاں موجود ہے۔'' الیاس نے پوچھا۔

''نہیں ...... ڈارلنگ یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی اور موجود نہیں۔'' عورت نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ''کیا پیو گے۔''

''جو چاہو پلا دو۔'' الیاس بیگ مسکرا کر بولا۔ ''مجھے تو بن پیے نشہ ہو رہا ہے۔'' وہ دلنواز ادا سے مسکرائی۔ ''تم آرام سے بیٹھو میں لباس تبدیل کر کے ابھی آئی۔'' اس نے شراب کی بوتل اور گلاس اس کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''اتنا نہ پی لینا کہ جب واپس آؤں تو بیہوش ملو۔''

وہ دروازہ کھول کر برابر والے کمرے میں چلی گئی۔ الیاس نے قیمتی شراب کا جام بھرا اور آہستہ آہستہ پینے لگا۔ کمرے کے ایک کونے میں بڑا سا اسٹینڈ رکھا تھا۔ جس پر ایک عجیب طرز کی شیشے کی ہانڈی رکھی تھی۔ اس میں بھورے رنگ کی ریت رکھی ہوئی تھی۔ دیواروں پر جگہ ریشمی کپڑے کے لانبے لانبے پردے ٹنگے ہوئے تھے۔ جن پر بنے ہوئے نقش اس کی سمجھ سے باہر تھے۔ یہ عورت واقعی قسمت کا حال بتلانے کا کاروبار کرتی تھی۔ اپنے اصلی پیشے کی پردہ پوشی کا اچھا طریقہ تھا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ وہ کمرے میں داخل ہوئی۔

الیاس بیگ نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''ہاں اب بتلاؤ بدر نے تم سے کہا کیا ہے۔''

''یہی بات پوچھنے کے لیے تو میں نے تم کو یہاں بلایا ہے۔'' عورت نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''میں جاننا چاہتی ہوں کہ نوشابہ کے بارے میں بدر نے تم کو کیا باتیں بتلائی تھیں۔''

''نوشابہ کے بارے میں۔'' الیاس نے چونکتے ہوئے کہا۔ ''کوئی خاص بات تو نہیں۔''

''کوئی خاص بات نہیں جو کچھ اس نے کہا تھا۔ وہ اب سب کو معلوم ہو چکا ہے۔''

عورت کے لبوں سے مسکراہٹ اچانک غائب ہو گئی۔ وہ چند لمحہ الیاس بیگ کو گھورتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔ ''تمہارا مطلب ہے کہ جو کچھ بدرالدین نے بتلایا تھا۔ وہ تم نے سب کو بتلا دیا۔''

''نہیں میرا مطلب ہے کہ نوشابہ کے بارے میں سب کچھ اخبار میں آچکا ہے۔ اور بدرالدین نے سوائے ایک چیز کے اور کوئی بات نہیں بتلائی۔''

''اور وہ ایک چیز کیا ہے۔''

''تم پہلے ہی جانتی ہو ورنہ فون پر اسی کا حوالہ کیوں دیا تھا۔'' الیاس بیگ نے جواب دیا۔ ''نوشابہ کے سینے پر قلوپطرہ کی شکل گودی ہوئی تھی۔''

وہ بے ساختہ مسکرا دی اور الیاس بیگ سے اور قریب ہو گئی۔ ''تم نے یقیناً یہ بات اپنی بیوی کو بتلائی ہوگی۔''

''نہیں۔'' اس نے فوراً کہا۔ ''کسی کو نہیں۔ تم جانتی ہو کہ میں اس کا ذکر کسی سے نہیں کر سکتا تھا۔''

''اب میں تمہاری قسمت پڑھ دوں۔'' اس نے ایک ہاتھ ہانڈی میں بھری ہوئی ریت پر رکھا اور دوسرے سے الیاس بیگ کا ہاتھ تھام لیا اور پھر ریت کو گھورنے لگی۔

لیکن اس کے جسم کے لمس نے الیاس بیگ کو دیوانہ کر دیا تھا۔ اس نے مخمور آواز میں کہا۔ ''میری قسمت میں اس وقت جو کچھ ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے۔''

عورت اس طرح اچھل کر کھڑی ہو گئی جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ اب وہ مسکرا نہیں رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں سفاکی اور خوف جھلکنے لگا تھا۔ ''ٹھیک ہے اب تم اسے سنبھال لو۔'' اس نے سامنے کھڑے دراز قد آدمی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

الیاس بیگ پھرتی سے مڑا۔ دروازے میں کھڑے ہوئے دیو قامت کو دیکھ کر اس کی روح فنا ہو گئی۔ دراز قامت آہستہ آہستہ اس کی سمت بڑھ رہا تھا۔ الیاس بیگ گھبرا کر کھڑا ہو گیا لیکن خوف نے اس کے پیر منجمد کر دیے تھے۔ کیونکہ دراز قد نے اچانک خنجر نکال لیا تھا۔

''شلوکا ...... یہاں کوئی خونریزی نہیں ہوگی۔'' عورت نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ ''ناتک بھوکا ہوگا۔ اسی کے لیے اسے محفوظ کر لو۔''

الیاس بیگ نے خوفزدہ ہو کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن شلوکا کے آہنی ہاتھوں نے اس کی گردن دبوچ لی۔ الیاس بیگ اس کی گرفت میں تڑپنے لگا' اس کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ اگر عورت مداخلت نہ کرتی تو شاید الیاس بیگ وہیں دم توڑ دیتا۔ شلوکا نے حقارت آمیز انداز میں اسے صوفے پر ڈال دیا۔

☆☆

شارق ایک تاریک دروازے میں کھڑا تھا۔ اس کی نگاہیں بنگلے کے اس دروازے پر مرکوز تھیں۔ جس میں لیاس بیگ ایک انجانی عورت کے ساتھ داخل ہوا تھا۔

میجر شاہ گھر پر موجود نہیں تھا۔ اس لیے شارق

upload by salimsalkhan

نے اس کے نام پیغام چھوڑ کر فون سے صورت حال کی تفصیل ہما کو بتا دی تھی اور خود الیاس بیگ کی نگرانی کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔ الیاس بنگلے سے نکلا تو شارق کی کار اس کے تعاقب میں تھی۔ ہوٹل نیو گارڈن سے یہاں تک وہ بلا کسی دشواری کے تعاقب کرتا آیا تھا۔ اب اچانک پھوار پڑنا شروع ہو گئی تھی۔ شارق کے لیے یہ اندازہ کرنا دشوار تھا کہ بدرالدین یہاں موجود ہے یا نہیں لیکن وہ الیاس بیگ کا تعاقب اس لیے کر رہا تھا کہ شاید اس کے ذریعے بدر تک پہنچ جائے۔

وہ بنگلے کے بالکل قریب ایک بند دروازے سے چپکا ہوا کھڑا تھا۔ دروازے کے اوپر چھوٹا سا چھجا تھا۔ جس کا سایہ اسے تاریکی اور بارش سے تحفظ فراہم کر رہا تھا۔ اس نے دوبارہ فون کیا تھا لیکن میجر شاہ واپس نہیں آیا تھا۔ اس نے صوفیہ کو پھر صورت حال سے آگاہ کیا۔ کھڑے کھڑے جب پیر دکھنے لگے تو اچانک اس نے دروازے کے کھلنے کی آواز سنی اور وہ چونک کر اس طرف دیکھنے لگا۔

دروازے سے وہی خوب صورت عورت باہر نکلی۔ جس کے ساتھ الیاس بیگ آیا تھا۔ شارق سوچ رہا تھا کہ شاید الیاس بیگ کے ساتھ بدرالدین بھی نظر آ جائے لیکن وہ ایک سیاہ دیو قامت کو دیکھ کر حیران رہ گیا جو اپنی پشت پر ایک بڑا لابا بکس لے کر نیچے اتر رہا تھا۔ تن و توش اور حلیے سے وہ بہت خونخوار معلوم ہو رہا تھا۔ عورت نے گیٹ کے باہر کھڑی ہوئی کار کا پچھلا دروازہ کھول لیا لیکن دراز قد کی تمام تر کوششیں کرنے باوجود کار کے اندر نہ جا سکا۔

''بکس اندر نہیں جا سکتا۔ مجھے اوپر واپس جانا پڑے گا۔'' دراز قدم آدمی نے مایوس ہو کر کہا۔

عورت نے ادھر ادھر دیکھا اور جھنجھلا کر کہا۔ ''تو پھر جلدی کرو۔ ویسے کوئی خطرہ نہیں ہر سمت سناٹا ہے۔''

شارق چوکنا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ وہ تاریکی میں دروازے سے چپک گیا تھا۔ تاکہ کسی کی نظر میں نہ آ سکے لیکن اگلے ہی لمحے وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ دراز قد اس مرتبہ تنہا نہیں آ رہا تھا۔ وہ کسی کو پشت پر اٹھا کر لا رہا تھا۔ گیٹ کے قریب پہنچ کر جب وہ روشنی میں آیا تو شارق چونک اٹھا۔ اس نے الیاس بیگ کو پہچان لیا تھا۔ جو بے ہوش نظر آ رہا تھا۔ کیونکہ جب دراز قد آدمی نے اسے اندر ڈالنے کی کوشش کی تو اس کے لبوں سے ایک کراہ نکل گئی تھی۔ دراز قد نے واپس جا کر دروازہ مقفل کر دیا اور واپس آ گیا۔

کار فوراً روانہ ہو گئی تھی۔

شارق بھاگتا ہوا۔ اپنی کار تک پہنچا جو کچھ فاصلے پر کھڑی تھی بارش اچانک شدید ہو گئی تھی اور وہ کسی قیمت پر بھی مرسڈیز کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ بارش کی وجہ سے کار کا تعاقب دشوار ہو گیا تھا۔ کیونکہ موسلا دھار بارش کی بناء پر تھوڑے فاصلے کی چیز بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ شارق نے دانستہ فاصلہ زیادہ نہیں رکھا۔ ویسے احتیاطاً اس نے مرسڈیز کا نمبر نوٹ کر لیا تھا۔

وہ مین سڑک سے گزرے اور پھر مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے کئی بار مرسڈیز کی لائٹ نے اس کی راہنمائی کی۔ یہاں تک کہ برج پار کر کے وہ سڑک پر اس سمت بڑھنے لگے جہاں آبادی کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ جہاں رات کو لوگ کم آتے تھے۔ جیسے ہی مرسڈیز مڑی شارق نے تیزی سے اپنی کار آگے بڑھائی اور اس لیے وہ سائیڈ سے آنے والے ٹرک کو نہ دیکھ سکا۔ ٹکر اتنے زور سے ہوئی تھی کہ دھماکے سے فضا گونج اٹھی۔

ٹرک کی رفتار خاصی تیز تھی۔ کار کے پرخچے اڑ گئے اور ٹرک اپنے ساتھ اسے دور تک گھسیٹتا لے گیا۔ ٹرک ڈرائیور جب نیچے اترا تو بڑی مشکل سے کار کے کچلے ہوئے ڈھانچے سے شارق کو باہر نکال سکا۔ شارق خون میں لت پت تھا۔ ہسپتال پہنچتے پہنچتے اس کی حالت خطرناک ہو چکی تھی۔ اسے فوراً ایمرجنسی آپریشن کے لیے تھیٹر میں لے جایا گیا۔

میجر شاہ نے اپنا کام نوشابہ کی پارٹنر کرن سے شروع کیا لیکن وہ نوشابہ کی نجی زندگی کے بارے میں کوئی بات نہ بتا سکی۔ میجر شاہ نے بوتیک کی عورتوں اور کرن سے نوشابہ کی دوستوں اور واقف کاروں کی ایک فہرست تیار کی اور ہر ایک سے فرداً فرداً معلومات حاصل کرنا شروع کر دی۔ یہ ذمہ داری دانستہ شارق کو نہ دی گئی تھی۔ وہ ہر ایک کو پاشا کی شناختی تصویر دکھا کر اس کے بارے میں پوچھتا لیکن کوئی کارآمد معلومات نہ حاصل ہو سکی۔ کرن نے اسے فیشن آرکیڈ کا پتہ بھی دیا تھا۔ یہ وہی آرٹ اسکول تھا۔ جہاں جدید فیشن کے ڈیزائنوں کی ترتیب دی جاتی تھی۔ نوشابہ اور کرن دونوں نے یہیں تربیت حاصل کی تھی۔ اور یہیں سے ان کی دوستی ہوئی تھی۔

میجر شاہ جب فیشن آرکیڈ کے ڈائریکٹر کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ اپنے آرٹ ڈائریکٹر مسٹر مائیکل سے کسی نئے ڈیزائن کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ شاہ کو دیکھ کر مسکرائے اور انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''فرمایئے میجر شاہ ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں۔'' ڈائریکٹر صاحب نے کہا۔

''میں نوشابہ کے سلسلے میں کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔'' میجر شاہ نے کہا۔ ''وہ آپ کی طالبہ رہ چکی ہے۔''

مسٹر مائیکل نے غور سے میجر شاہ کو دیکھا لیکن خاموش رہے۔ ''نوشابہ جی بے شک پوچھیے لیکن ہم زیادہ نہیں بتا سکیں گے' پروفیسر آپ جانتے ہیں یہاں اتنی لڑکیاں تربیت کے لیے آتی ہیں کہ۔''

''آپ دونوں نے کبھی اس شخص کو نوشابہ کے ساتھ دیکھا ہے۔'' میجر نے پاشا کی تصویر نکال کر میز پر رکھی۔

''جی نہیں۔'' ڈائریکٹر صاحب نے کہا۔ ''شاید مسٹر مائیکل کچھ بتا سکیں۔ ڈیزائن کلاس یہی لیتے ہیں۔''

''میں نے اس شخص کو کبھی نہیں دیکھا۔'' مائیکل نے ناگواری کے ساتھ جواب دیا۔ ''میں ڈیزائن آرٹسٹ ہوں مسٹر میجر شاہ ـــــ مجھے اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ چہروں پر غور کروں۔''

''ممکن ہے یہ شخص بھی آرٹ اسٹوڈنٹ رہا ہو۔'' میجر شاہ نے کہا۔

''مجھے یاد نہیں کہ اسے کبھی کلاس میں دیکھا ہے۔'' مائیکل نے جواب دیا۔ ''آپ کا تعلق پولیس سے ہے۔''

میجر شاہ نے غور سے مائیکل کو دیکھا۔ ''جی نہیں ـــــ لیکن آپ کو یہ خیال کیوں آیا۔''

''دیکھیے۔ مس نوشابہ جیسی لڑکیاں ہمارے پیشے کی بدنامی کا باعث بن سکتی ہیں۔'' مائیکل نے خشک لہجے میں کہا۔ ''لوگ سمجھیں گے کہ یہاں آنے والی سب لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں۔ مجھے افسوس ہے لیکن ہم کوئی مدد نہیں کر سکتے۔''

''میرا خیال ہے میجر شاہ۔'' ڈائریکٹر نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ ''شاید اس کی کوئی کلاس میٹ آپ کی مدد کر سکے۔ آپ ہمارے سیکشن میں معلوم کر لیں۔''

مائیکل نے قہر آلود نگاہوں سے ڈائریکٹر صاحب کو گھورا۔ میجر شاہ مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔

آرٹ سیکشن میں ایک لڑکی نوشابہ کے ساتھ پڑھ چکی تھی۔ دبلی پتلی سانولے رنگ کی سوجیتا نے تصویر دیکھتے ہی کہا۔ ''یہ تو کاشف معلوم دیتے ہیں۔''

میجر شاہ چونک پڑا۔ ''کاشف ـــــ تم یقین سے کہہ سکتی ہو۔''

''یہ اصلی تصویر تو نہیں ہے۔ آپ ان کو خود جا کر دیکھ لیجیے۔ بڑے مشہور آرٹسٹ ہیں۔''

"دلنشین اسٹریٹ چوراہے کے قریب ان کا اسٹوڈیو ہے۔" اس نے پتہ بتلاتے ہوئے کہا۔

میجر شاہ کا شکریہ ادا کرکے دلنشین اسٹریٹ پہنچا۔ کاشف کا اسٹوڈیو ایک بوسیدہ عمارت کی دوسری منزل پر تھا۔ لکڑی کی سیڑھیاں چڑھ کر وہ جیسے ہی اسٹوڈیو کے سامنے پہنچا ایک موٹی سی خوب صورت لڑکی بڑبڑاتی ہوئی باہر نکلی۔ میجر شاہ کو دیکھ کر اس نے منہ بنالیا اور سیڑھیاں اترتی نیچے چلی گئی۔ میجر شاہ جب اسٹوڈیو میں پہنچا تو ایک شخص کینوس پہ جھکا کسی تصویر میں رنگ بھر رہا تھا۔ وہ مڑا تو میجر شاہ چونک اٹھا۔ تصویر سے اس شخص کے چہرے میں بلا کی مشابہت تھی۔

"جی۔" کاشف' نے سرد لہجے میں پوچھا۔ "آپ کس سلسلے میں آئے ہیں۔" وہ لہجہ دوستانہ نہ تھا۔

"میرا خیال ہے۔ اس فربہ لڑکی نے آپ کو مایوس کردیا ہے۔" میجر شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کاشف نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "دیکھیے بھائی میرا وقت بہت قیمتی ہے۔ وہ موٹی ماڈل بننا چاہتی تھی۔ میرے پاس اتنا بڑا کینوس نہیں جس میں وہ سما سکے۔ آپ ماڈل تو نہیں ہیں۔"

"جی نہیں' میں تو صرف چند باتیں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اس شخص کو جانتے ہیں۔"

کاشف نے ایپرن پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے تصویر لے لی۔ چند لمحہ غور سے دیکھتا رہا۔ پھر مسکرایا۔ "بڑی بھونڈی تصویر ہے۔ مگر مجھ سے ملتی جلتی ہے۔ آپ نے بنائی ہے۔"

"آپ اس شکل کے کسی اور شخص کو نہیں جانتے۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں۔ میں نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"آپ نے ایک لڑکی نوشابہ کے قتل کی خبر پڑھی ہوگی۔"

"ہاں ...... یاد آیا۔ قاتل کی یہ شناختی تصویر بھی اخبار میں چھپی تھی۔ اب یاد آ گیا۔"

"پھر بھی آپ نے خود کو پولیس کے حوالے نہیں کیا۔" میجر شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کاشف ایک لمحے تک اسے گھورتا رہا۔ پھر زور کا قہقہہ لگا کر بولا۔ "سمجھا، لیکن میں نے کسی لڑکی کو قتل نہیں کیا۔"

"اس بات پر اور کوئی یقین کرسکتا ہے۔"

"کیوں نہیں لڑکی کا قاتل تو ضروری کرے گا۔" کاشف نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ویسے شکل سے آپ پولیس والے تو نہیں لگتے۔"

"شکر ادا کیجیے کہ پولیس والا نہیں ہوں ورنہ آپ کو گرفتار پہلے کرتا۔ یہ باتیں بعد میں پوچھتا۔" میجر شاہ نے کہا۔ "قتل والی رات آپ کہاں تھے۔"

"اپنے فلیٹ پر جہاں تین آرٹسٹ اور رہتے ہیں۔ وہ سب گواہی دیں گے کیونکہ ہم تینوں ایک ہی ماڈل کے ساتھ تھے کہ آپ بھی ہوتے تو رات وہیں گزار دیتے۔" کاشف نے جواب دیا۔ "اب جان چھوڑ دیجیے۔"

میجر شاہ کو یوں بھی اس شخص کے قاتل ہونے پر یقین نہیں تھا۔ وہ وہاں سے سیدھا انسپکٹر نواز کے پاس پہنچا اور اسے اب تک کی تگ و دو کے نتیجے سے آگاہ کیا۔ اگر اس نے کاشف کی مشابہت کے باوجود اس کی بے گناہی کا یقین نہ دلایا ہوتا تو نواز یقیناً اسے قاتل قرار دے کر گرفتار کرلیتا لیکن میجر شاہ کے مشورے پر اس نے یہ مان لیا کہ فی الحال اس کی نگرانی پر اکتفا کرے۔ بارش زور و شور سے شروع ہوگئی تھی۔ اس لیے میجر شاہ نے گھر فون کیا۔

"اوہ ...... خدایا ...... آپ کہاں غائب ہوگئے تھے۔" نفیسہ بوا نے بدحواسی کے عالم میں کہا۔ "آپ فوراً ہسپتال جائیے شارق کی حالت بہت خراب ہے۔ حادثہ ہوگیا۔" اس کی آواز سسکیوں میں دب گئی۔

☆☆

انسپکٹر نواز اور میجر شاہ ایک ساتھ ہسپتال پہنچے' شارق کے سر کا آپریشن ہوچکا تھا اور وہ کمرے میں بے ہوش پڑا تھا۔ مدھم روشنی میں اس کا سر پٹیوں میں بندھا نظر آرہا تھا۔ میجر شاہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اسے آج اندازہ ہوا کہ شارق اس کو کتنا عزیز تھا۔ کمرے سے باہر نکل کر بھی وہ چند لمحہ تک خود پر قابو نہ پاسکا پھر گھٹی ہوئی آواز میں ڈاکٹر سے پوچھا۔ "حالت کیسی ہے۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میجر صاحب ...... لیکن حالت خطرناک ہے۔ دماغ کو شدید صدمہ پہنچا ہے لیکن آپریشن کے بعد خون بند ہوگیا ہے۔ پھر بھی ابھی کچھ کہا نہیں جاسکتا۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "ہم ان کو ہر لمحہ آبزرویشن میں رکھے ہوئے ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں۔"

"آپ کو حادثے کی کچھ تفصیل معلوم ہے۔"

"کسی ٹرک سے کار کی ٹکر ہوگئی تھی۔ حادثہ ایک سڑک پر ہوا تھا۔"

"آپریشن کس نے کیا ہے۔"

"سرجن ...... ہارون نے اور نیورو سرجن عمر گل نے' ہمیں معلوم ہوگیا تھا کہ شارق آپ کے اسسٹنٹ ہیں۔"

ڈیوٹی نرس کو تاکید کرکے کہ اگر خدانخواستہ شارق کی حالت خراب ہو تو فوراً فون کردے۔ میجر شاہ اپنے بنگلے پہنچے کیونکہ نفیسہ بوا کو اطمینان دلانا ضروری تھا۔ انسپکٹر نواز ان کے ساتھ تھا۔ نفیسہ بوا جائے نماز پر مصروف دعا تھیں' وہ بدحواسی کے عالم میں بھاگتی ہوئی آئیں۔ چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ انہوں نے کچھ پوچھا نہیں۔ صرف سوالیہ نگاہوں سے میجر شاہ کو دیکھا۔

"خدا کا شکر ہے بوا۔ آپریشن ہوگیا ہے۔ شارق کی حالت اب بہتر ہے۔" میجر شاہ نے کہا۔

"کیا میں اسے دیکھ سکتی ہوں میجر صاحب۔"

"ابھی نہیں بوا۔ وہ بے ہوش ہے۔ صبح آپ کو ضرور لے چلیں گے۔ میں صرف آپ کو اطمینان دلانے آیا تھا ابھی پھر ہسپتال جاؤں گا۔"

ابھی وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہی تھے کہ نفیسہ بوا حسب معمول کافی تیار کرکے لائیں میجر شاہ نے پوچھا۔ "حادثے سے پہلے شارق نے کوئی پیغام تو نہیں دیا تھا۔ بوا۔"

"ہاں میاں دو مرتبہ فون کیا تھا۔ وہ الیاس بیگ کا تعاقب کررہے تھے۔ جو اپنے بنگلے سے گیارہ بجے روانہ ہوکر ہوٹل نیو گارڈن پہنچے تھے۔ وہاں ایک بے حد خوب صورت عورت جس کے بال سنہری تھے اس کی منتظر تھی۔ اپنی کار وہیں چھوڑ کر الیاس بیگ عورت کی کار میں بیٹھ گیا۔ وہ ایک ماڈرن کالونی کے ایک بنگلے پر پہنچے بنگلے پر نام کی کوئی تختی نہیں تھی لیکن نمبر پی ۸۷ ہے۔ شارق کو یقین ہے کہ بدرالدین عرف پاشا وہاں موجود ہے۔ شارق اب تک وہیں نگرانی کررہا ہے۔"

"شارق نے کسی بدرالدین کا پتا چلایا ہے۔ جس کا حلیہ پاشا سے مشابہ ہے۔" میجر شاہ نے پرچہ انسپکٹر نواز کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"ایسا لگتا ہے کہ وہ عورت وہاں سے کہیں اور روانہ ہوگئی تھی اور اس کا تعاقب کرتے ہوئے شارق کو حادثہ پیش آیا۔" نواز نے کہا۔

"ہاں لیکن اب قاتل سے مشابہ ایک نہیں دو افراد ہوگئے۔ کاشف کی بے گناہی مشکوک ہوتی جا رہی ہے۔"

"کیا صوفیہ بی بی کو اطلاع نہیں دیں گے۔" نفیسہ بوا نے برتن اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں اتنی رات گئے اسے پریشان کرنا لاحاصل ہوگا۔ صبح اطلاع دے دیں گے۔" میجر شاہ نے کہا۔ "آپ آرام سے سوئیں' ہم ہسپتال جا

رہے ہیں۔"

نفیسہ بوا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ "میں سوکیسے سکتی ہوں۔ اسے ہوش آجائے تو اطلاع کر دینا۔"

راستے میں میجر شاہ نے نواز کو بتلایا کہ شارق نے کس طرح ایک لڑکی کیتھرین کے ذریعے نوشابہ کی وہ تصویر حاصل کرلی تھی۔ جس میں اس کے سینے پر نقش کھودا گیا تھا اب ایک اور پراسرار عورت درمیان میں آ گئی تھی۔ "میں حیران ہوں کہ یہ سنہرے بالوں والی حسینہ کون ہے۔ افسوس کہ ہم فی الحال شارق سے کچھ معلوم نہیں کرسکتے۔"

"اس نے کار نمبر نوٹ کرلیا تھا۔ اس سے ممکن ہے کچھ پتہ چل جائے۔" نواز نے کہا۔

"افسوس کہ ہمارے آدمی بھی اب تک قاتل کو تلاش کرنے میں ناکام رہے ہیں۔"

شارق کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ اب تک بیہوش تھا۔

☆☆

ہری رام کے مندر میں ایک بار پھر وہی ڈرامہ دہرایا جارہا تھا۔ دیوقامت شلوکا نے الیاس بیگ کو مضبوطی کے ساتھ اپنی گرفت میں جکڑ رکھا تھا۔ پوجا کے بلند چبوترے پر عبا پوش پجاری کے علاوہ عورت بھی موجود تھی۔ جس کے سینے پر کسی دیوی کا نشان تھا لیکن الیاس بیگ اتنا دہشت زدہ تھا کہ اسے حسن وشباب کے اس شاہکار کو دیکھنے کا خیال بھی نہ آیا۔ حالانکہ چند گھنٹے قبل وہ اس کے حسن سے مسحور ہو کر اس کے جال میں گرفتار ہوگیا تھا۔ اس کی خوف سے پھٹی نگاہیں سامنے رکھے ہوئے تخت پر تھیں۔ جہاں عبا پوش پجاری کسی بت کی طرح بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ ایک بھیانک نقاب میں پوشیدہ تھا۔ جس کے سوراخوں سے صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں۔

"مجھے یقین ہے الیاس بیگ کہ اپنی سوتیلی بیٹی کے متعلق تم نے اب تک کسی کو کچھ نہیں بتلایا اور یہ کہ تم اس کے سینے پر بنے ہوئے نقش کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔" عبا پوش نے کہا۔ "لیکن افسوس کہ اب صورت حال مختلف ہوگئی ہے۔ اب تم یقیناً اس راز کو جاننے کی کوشش کرو گے۔"

الیاس بیگ صرف پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے گھورتا رہا۔ جیسے تنویمی اثر کے تحت ہو۔

"نہیں ...... نہیں۔" الیاس بیگ کے لبوں سے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔

"تم نے ابھی خود بتلایا کہ تمہاری مسز نے نوشابہ کے قتل کی تفتیش کے لیے میجر شاہ کو مامور کیا ہے۔" عبا پوش نے سرد لہجے میں کہا۔ "وہ پولیس سے زیادہ خطرناک ہے۔ میں خطرے کی بو بہت قریب سے سونگھ رہا ہوں۔ اب تمہارا وجود بھی ایک مستقل خطرہ بن چکا ہے۔ اس لیے الوداع الیاس بیگ ...... شلوکا اس خطرے کو ہمیشہ کے لیے نامک کے جڑوں میں دفن کر دو۔"

اس نے ہوا میں ہاتھ بلند کر کے چٹکی بجائی۔ کمرے میں دھیمی لیکن ہیجان خیز موسیقی گونجنے لگی، شلوکا نے الیاس بیگ کو اس طرح شانوں پر اٹھا لیا۔ جیسے وہ اناج کا بورا ہو۔

الیاس بیگ ہاتھ پاؤں مارتا رہا لیکن شلوکا کی آہنی گرفت سے نہ نکل سکا۔ پجاریوں نے اسے راستہ دے دیا۔ شلوکا پردے کے پیچھے جا کر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ عبا پوش نے ایک بار پھر ہاتھ اٹھا کر چٹکی بجائی۔ روشنی کا اتنا جھماکا ہوا کہ سب کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ عبا پوش چبوترے سے غائب ہوچکا تھا اور پھر فضا میں الیاس بیگ کی آخری دلخراش چیخ ابھر کر ڈوب گئی۔

☆☆

کچھ دیر بعد عبا پوش نے فکرمند لہجے میں کہا۔ "یہ میجر شاہ بہت چالاک شخص ہے۔ یہ بہت خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔"

اس نے نقاب اتار دی تھی اور صوفے پر دراز تھا۔ اس کے برابر ہی سنہرے بالوں والی حسینہ بیٹھی تھی۔ صوفے کے بازو پر وہ سیاہ بلی بیٹھی ہوئی تھی۔ جسے وہ ٹائیگر کہتے تھے۔ کونے میں رکھے ہوئے ریڈیو سے موسیقی کی ہلکی دھن بج رہی تھی۔

"پھر کیا سوچا ہے۔" عورت نے مترنم آواز میں پوچھا۔

اسی وقت ریڈیو سے مقامی خبریں شروع ہوگئیں۔ نیوز ریڈر شارق کے حادثے کی خبر سنا رہا تھا۔ "ٹریفک کے حادثے میں زخمی ہونے والا یہ نوجوان ایک ابھرتا ہوا سائنس دان ہے۔ اور مشہور شخص میجر شاہ کا اسسٹنٹ ہے۔ سر کے ایمرجنسی آپریشن کے بعد سے اب تک وہ بے ہوش ہے۔ ڈاکٹروں نے حالت خطرناک قرار دی ہے۔"

"ریڈیو بند کرو۔" عبا پوش نے قدرے جھنجھلا کر کہا۔

عورت نے ریڈیو بند کر کے اس کی طرف قدرے حیرت سے دیکھا۔ "خیر تو ہے۔"

"یہ شارق ...... پتہ نہیں اس کی بیماری میجر شاہ کو کتنی دیر معروف رکھ سکتی ہے اگر ایسا نہ ہوا تو کوئی دوسرا بندوبست کرنا ہوگا۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی۔"

"تم جانتی ہو کہ میں اپنے روحانی عمل کے ذریعے دور دراز فاصلے کے مریضوں کا علاج کرسکتا ہوں۔ میں اس عمل کو الٹا بھی کرسکتا ہوں۔ شارق بے ہوش ہے اور وہ مزاحمت بھی نہیں کرسکے گا اور ابدی نیند سو جائے گا۔"

"نہیں۔" عورت نے سہم کر کہا۔

"اس عمل کے لیے مجھے اپنی تمام تر قوت کو بروئے کار لانا ہوگا اور تم کو بھی مدد کرنا ہوگی۔" اس نے عورت کی سمت دیکھا۔

☆☆

صبح چھ بجے کا وقت تھا۔ جب میجر شاہ نے ہسپتال فون کیا ڈیوٹی نرس نے بتلایا کہ شارق کی حالت قدرے بہتر تھی لیکن وہ ہوش میں نہیں آیا تھا۔ میجر شاہ نے صوفے کی سمت دیکھا۔ نواز بے خبر پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ اس نے شارق کی کیفیت ایک پرچے پر لکھ کر میز پر رکھ دی تاکہ انسپکٹر نواز جب بیدار ہو تو پڑھ لے لباس تبدیل کر کے اس نے کار باہر نکالی اور روانہ ہوگیا۔ وہ سیدھا اس بنگلے پر پہنچا جس کا نمبر شارق نے اپنے پیغام میں لکھا تھا۔ دروازے پر نام کی تختی نہیں تھی میجر شاہ نے گھنٹی بجائی لیکن کئی بار کوشش کے باوجود جواب نہیں ملا۔ اس نے ادھر ادھر نگاہ ڈالی۔ لیکن ہر سمت سناٹا تھا۔ جیب سے پرس نکال کر اس نے اندر سے ایک باریک سا اوزار نکالا چند بار کی کوشش سے دروازہ کھل گیا۔ میجر شاہ نے دبے پاؤں اندر داخل ہو کر دروازہ بند کیا اور آگے بڑھ گیا۔ اسے جلد ہی اندازہ ہوگیا کہ وہاں کوئی نہ تھا۔

میجر شام نے ڈرائنگ روم میں رکھی ہوئی اس ہانڈی کو دیکھا جس میں ریت بھری ہوئی تھی۔ یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ عورت جو بھی تھی قسمت کا حال پڑھنے کا مصری فن جانتی تھی۔ دیواروں پر آویزاں پردوں پر بنے ہوئے نقش بھی سب مصری قدیم تہذیب سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ برابر والے کمرے میں داخل ہوا۔ جو بالکل تاریک تھا۔ پردہ کھینچ کر اس نے جیب سے ٹارچ نکالی اور سوئچ تلاش کر کے لائٹ آن کی۔ روشنی ہوتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

یہ کمرہ نہیں قدیم مصری دیوی کا مندر معلوم ہوتا تھا۔ اس کا بڑا سا مجسمہ رکھا تھا۔ پورا جسم ایک عورت کا اور سر شیر کا تھا۔ دیواروں پر جگہ جگہ مختلف عمل اور جادو کے نقش لٹک رہے تھے۔ کتابوں کے شیلف میں قدیم مصری علوم اور پراسرار عملیات کی کتابیں رکھی تھیں۔ وہ میز کے پاس پہنچا اور دراز کھولی۔ تو اس میں مختلف شکلوں کے کارڈ رکھے

upload by salimsalkhan

ہوئے تھے۔ جس میں دیوی کی شکل کا وہ نقش بھی تھا۔ جو نوشابہ کے سینے پر بنا ہوا تھا۔ پیچھے کی دراز میں گودنے کی مشین بھی مل گئی۔ اب ہر چیز واضح ہوتی جا رہی تھی۔ دروازہ بند کرنے کے بعد میجر شاہ کی نظر میز پر رکھی ہوئی نام کی تختی پر پڑی جس پر 'شگفتہ سامری' لکھا ہوا تھا۔ اب میجر شاہ کو اس بات میں کوئی شک نہیں رہا تھا۔ شگفتہ سامری کا الیاس بیگ سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور تھا اور نوشابہ بھی اس عورت کے زیر اثر تھی کیونکہ کوئی بھی لڑکی بلا کسی گہرے تعلق کے اپنے سینے پر ایسا نقش بنوانے کے لیے رضامند نہ ہو سکتی تھی۔

میجر شاہ کو وہاں نوشابہ کی موجودگی کا کوئی ثبوت نہ مل سکا نہ ہی کوئی ایسا کاغذ یا دستاویز ملی جس سے ظاہر ہوتا کہ نوشابہ جیسی لڑکیاں اور مکار عورت کے دام فریب میں گرفتار ہو چکی تھیں۔ ہر چیز کو اسی طرح رکھ کر وہ خاموشی سے باہر نکلا اور جب گھر پہنچا تو نواز بیدار ہو چکا تھا وہ کافی پی کر فارغ ہوئے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی۔ میجر شاہ نے لپک کر ریسیور اٹھایا۔ ''ہیلو میں میجر شاہ بول رہا ہوں۔''

''اوہ ...... میجر صاحب۔'' نرس گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''آپ فوراً اسپتال آ جائیے مسٹر شارق کی حالت اچانک بہت خراب ہو گئی ہے۔''

میجر شاہ اور انسپکٹر نواز تقریباً بھاگتے ہوئے ہسپتال کی پہلی منزل پر پہنچے جہاں ایک پرائیویٹ روم میں شارق کو رکھا گیا تھا' لیکن کمرے میں داخل ہوتے ہی میجر شاہ کا رنگ فق ہو گیا۔ شارق کو اسٹریپس سے باندھ دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود اس کا جسم تڑپ رہا تھا۔ جیسے بندھنوں کو توڑ ڈالے گا۔ اس کا چہرہ کسی شدید ذہنی کرب واذیت سے سیاہ ہو رہا تھا۔ سر کو پٹیوں سے کس کر اس طرح باندھ دیا گیا تھا کہ اس میں مزید چوٹ نہ آ سکے۔ نیورو سرجن اور کئی ڈاکٹر بستر کے گرد کھڑے تھے۔

''میں بہت حیران ہوں۔'' سرجن نے میجر شاہ کے قریب آ کر آہستہ سے کہا۔ ''نہ برین ہیمرج کے کوئی آثار ہیں اور نہ سر کے زخم میں اور کسی خرابی کی' یہ جوش اور دورے کی علامات نظر آ رہی ہیں۔ عقل سے بالاتر ہیں۔ اس کے ساتھ ہی دل کی حالت دم بدم کمزور ہوتی جا رہی ہے۔''

''دماغ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچ گیا۔'' میجر شاہ نے پوچھا۔

''آپریشن کے دوران تو کوئی ایسی علامت نظر نہیں آئی تھی۔'' نیورو سرجن نے کہا۔ ''لیکن تشنج اور ہیجان کی یہ کیفیت ختم نہیں ہوئی تو مجھے ڈر ہے۔'' اس نے جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔

میجر شاہ دیر تک شارق کے چہرے کو دیکھتا رہا تھا۔ جس پہ ہر لمحہ موت کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ شارق کی موت اس کے لیے گہرے صدمہ کا باعث ہوتی ایسا لگتا تھا کہ بے ہوشی کے عالم میں وہ بھیانک ڈراؤنے خواب دیکھ رہا تھا۔ میجر شاہ گہری سوچ میں تھا۔

''آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ نواز نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

''اگر آپ لوگ اجازت دیں تو ہم ایک اور آپریشن کر کے سر کو کھولنا چاہتے ہیں تا کہ حقیقت معلوم کر سکیں۔''

نواز نے میجر شاہ کی سمت دیکھا۔ ''بے شک آپ ہر ممکن کوشش کریں۔'' میجر شاہ نے آہستہ سے کہا۔

وہ کمرے سے باہر آ گیا۔ نواز اس کے ساتھ تھا لیکن میجر شاہ کو جیسے اس کی موجودگی کا احساس نہ ہو۔ چند لمحے بعد وہ تیزی سے ریسپشن کی سمت بڑھا اس کے لبوں سے صرف ایک لفظ نکلا تھا۔ ''کا ہونہ۔'' لیکن نواز کی سمجھ میں اس کا مطلب نہیں آ سکا۔ ڈیوٹی پر موجود نرس سے اجازت لے کر میجر شاہ نے ایک نمبر ملایا۔ ''بابا صاحب ہیں۔''

''نہیں جناب وہ اس وقت گھر پر تشریف

نہیں رکھتے۔'' کسی خاتون نے جواب دیا۔

''کچھ اندازہ ہے کہ کب تک تشریف لے آئیں گے۔'' میجر شاہ نے سوال کیا۔

''یا ان سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔''

''جی نہیں وہ کچھ بتلا کر نہیں گئے۔'' خاتون نے جواب دیا۔ ''آپ اپنا نام اور نمبر بتا دیجیے وہ آئیں گے تو ہم انہیں بتلا دیں گے۔''

میجر شاہ کی آنکھوں میں نظر آنے والی امید کی جھلک ختم ہو گئی۔ ''اس وقت تک تو بہت دیر ہو جائے گی۔'' اس نے مایوس لہجے میں کہا۔ ''دوبارہ فون کر لوں گا میں۔''

وہ نواز کی سمت دیکھے بغیر کھڑا رہا۔ نواز نے پہلے کبھی بابا صاحب کا نام نہیں سنا تھا بابا صاحب کوئی نام نہاد عامل فقیر نہیں تھے۔ وہ ایک بلند پایہ سائنسدان تھے اور پراسرار علوم پر انہوں نے کئی ممالک میں تحقیق کی تھی۔ میجر شاہ جانتا تھا کہ پراسرار علوم پر وہ اتھارٹی تھے۔ ہپناٹزم' ٹیلی پیتھی اور سحر کے موضوع پر ان کی معلومات بے پناہ تھیں یہ اور بات تھی کہ اپنی علمی قابلیت کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے' نواز بڑے غور سے میجر شاہ کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ اچانک میجر شاہ کچھ کہے بغیر شارق کے کمرے کی سمت واپس چل دیا۔ وہ آخری لمحات میں شارق کے پاس رہنا چاہتا تھا۔

''السلام علیکم میجر۔'' ایک بھاری آواز سنائی دی۔

میجر شاہ نے چونک کر سامنے دیکھا اور حیرت زدہ ہو گیا۔ نواز نے اس ادھیڑ عمر گورے چٹے شخص کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جو سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ سفید شیروانی اور ٹوپی میں وہ بہت خوب صورت اور باوقار لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں میجر شاہ کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

''آ ...... پ۔ بابا صاحب میں نے تو ابھی آپ کو فون کیا تھا۔'' میجر شاہ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''آپ نے یاد کیا تھا۔ میں حاضر ہو گیا۔'' بابا صاحب نے کہا۔

''لیکن بابا صاحب ...... کیا آپ گھر سے آ رہے ہیں۔ میرا مطلب ہے۔ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں یہاں ہوں۔''

''اس کے لیے فون کی ضرورت نہیں میجر۔ ذہن بھی رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ آپ نے اتنی شدت سے یاد کیا کہ مجھے خبر ہو گئی۔''

''بابا صاحب ...... شارق کی حالت بڑی خراب ہے۔ اس کا حادثہ ہو گیا تھا۔'' میجر شاہ نے تفصیل بتلانے کے بعد کہا۔ ''لیکن اس وقت جو کیفیت ہے اس نے مجھے شبہ ہوتا ہے کہ کا ہونہ......''

''چلیے' پہلے اس کی کیفیت دیکھ لیں۔'' بابا صاحب نے بات کاٹ کر کہا۔

وہ ایک بار پھر شارق کے کمرے میں آئے' ڈاکٹر سے آپریشن تھیٹر لے جانے کے لیے تیاری کر رہے تھے۔ بابا صاحب اس کے سرہانے کھڑے ہو گئے۔ شارق کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کر لیں اور چند منٹ اسی حالت میں کھڑے رہے۔ سب لوگ حیرت زدہ تھے۔ شارق کا تشنج اچانک ختم ہو گیا تھا۔ وہ بالکل پرسکون لیٹا ہوا تھا۔ چند لمحے بعد بابا صاحب نے آنکھیں کھولیں اور میجر شاہ کی طرف دیکھا وہ بہت سنجیدہ نظر آ رہے تھے۔

''میجر آپ کا شبہ تو صحیح تھا لیکن مسئلہ نازک ہے کوئی شیطانی قوت اس کی جان لینے کے درپے ہے۔''

''میں ابھی آپ کو بتلاتا ہوں۔'' میجر نے کہا اور سرجن کی سمت دیکھا۔ ''آپ مریض کو آپریشن تھیٹر لے جا سکتے ہیں ڈاکٹر۔''

''نہیں۔'' بابا صاحب نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ ''شارق کا علاج ان کے پاس نہیں

ہے۔ اسے کوئی جسمانی تکلیف نہیں ہے۔“

ڈاکٹر نے حیرت اور تذبذب کے عالم میں میجر شاہ کو دیکھا۔ ”میں نہیں جانتا کہ سبب کیا ہے لیکن مریض اب پرسکون ہے۔ کیوں نہ کچھ دیر انتظار کریں۔“

”ٹھیک ہے ڈاکٹر جیسی آپ کی مرضی۔“

ڈاکٹر اور نرسیں چلی گئیں تو بابا صاحب نے میجر شاہ کی سمت دیکھا۔ ”تم کچھ بتلانا چاہ رہے تھے۔“

”جی ہاں بابا صاحب آپ نے شاید اخبار میں ایک لڑکی نوشابہ کے قتل کی خبر پڑھی ہوگی۔“ میجر شاہ نے کہا۔ ”یہ انسپکٹر نواز ہیں۔ ہم دونوں لڑکی کے قتل کی تفتیش کر رہے ہیں۔“

”تم نے کیا پولیس میں ملازمت کرلی ہے میجر۔“

”نہیں بابا صاحب ...... لڑکی کا باپ میرا دوست تھا۔ اس کی بیوی نے ذاتی طور پر مجھ سے خواہش ظاہر کی تھی کہ میں نوشابہ کے قاتل کا پتہ چلاؤں۔ اسی سلسلے میں لڑکی کے سوتیلے باپ کا تعاقب کرتے ہوئے شارق کو حادثہ پیش آیا۔“ اس نے تمام واقعات دہرائے اور پھر کہا۔ ”آج صبح ہی میں نے شگفتہ سامری کے بنگلے کی تلاشی لی تو پتہ چلا کہ وہ کسی دیوی کی پجارن ہے۔ بنگلے میں ریت کے ذریعے قسمت پڑھنے پوجا کرنے اور ساحرانہ عمل کا تمام سامان موجود تھا۔ آج جانتے ہیں اور مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ آج بھی ایسے شیطان کے چیلے موجود ہیں جو ایسے ساحرانہ عمل کرتے ہیں۔ اس عورت کا تعلق مصر سے ہے اور مصر میں تو طرح طرح کے ساحرانہ عمل کے عامل موجود ہیں۔ وہ فاصلے پر رہ کر بھی لوگوں کو اذیت کی موت مار سکتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ شارق پر یہی عمل کیا جا رہا ہے۔“

انسپکٹر نواز کا منہ حیرت سے پھیل گیا۔ ”لیکن ...... لیکن آپ نے مجھے تو یہ سب بتلایا ہی نہیں تھا۔ میجر۔“

”مجھے خود آج صبح یہ اندازہ ہوا ہے اور پھر تم ان باتوں پر کب یقین کرتے۔“

”اس عمل کے لیے وہ خاص مندر ہونا ضروری ہے جس میں یہ عمل کیا جاتا ہے۔“ بابا صاحب نے کہا۔ ”تصویر کا غائب ہو جانا۔ لاش کا پگھل جانا اور اب شارق کی یہ حالت بے شک تمہارا شبہ درست ہے۔ میجر اور ایسی صورت میں تم کو فوری طور پر مندر کے پجاری کو اس عمل سے روکنا ہوگا اور اس کے لیے سب سے پہلے مندر کا پتہ لگانا ضروری ہے۔ میں شارق پر اس کا اثر روک تو نہیں سکتا ہوں لیکن زیادہ دیر تک نہیں۔ مجھے اس کا توڑ نہیں معلوم، شارق کو بچانے کے لیے تمہیں مندر کا پتہ چلا کر عمل روکنا ہوگا۔“

”آیئے میجر صاحب، ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔“ انسپکٹر نواز نے کہا۔

”نہیں، نواز تم اس میں مداخلت نہیں کرو یہ کام۔“

”میجر، یہ اب ممکن نہیں۔“ نواز نے کہا۔ ”پولیس افسر کی حیثیت سے میرا بھی کچھ فرض ہے۔“

”تم ضرور یہ فرض پورا کرو انسپکٹر۔“ بابا صاحب نے کہا۔ ”لیکن میجر شاہ کو اپنی مہم پر تنہا جانے دو۔ اس دوران میں یہاں بیٹھ کر تحفظ فراہم کروں گا لیکن تم کو اپنا کام جلد از جلد کرنا ہوگا۔“

”میجر جلد از جلد اس سے پہلے کہ میں بھی بے بس ہو جاؤں۔“

میجر اور نواز جیسے ہی باہر نکلے انہوں نے صوفیہ کو اپنی سمت بڑھتے ہوئے دیکھا اس کا چہرہ سفید پڑ رہا تھا۔ میجر کو دیکھتے ہی وہ بھاگتی ہوئی آئی۔ اور اس سے لپٹ کر سسکیاں لینے لگی۔ ”اوہ ...... سر آپ نے مجھے پہلے اطلاع کیوں نہیں دی۔“ صوفیہ نے شکوہ بھرے لہجے میں کہا۔

”رات کو تمہیں بیدار کر کے پریشان کرنا مناسب نہ تھا صوفیہ۔“ میجر شاہ نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ”گھبراؤ نہیں دعا کرو۔“

”میں اسے دیکھ سکتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے، جا کر دیکھ لو۔“ میجر شاہ نے پس و پیش کے بعد کہا۔ ”لیکن پھر واپس بنگلے پر پہنچ کر انتظار کرنا۔ ممکن ہے تمہاری ضرورت ہو۔“

انسپکٹر نواز کو اس کے دفتر چھوڑ کر میجر شاہ نے اس جگہ کا رخ کیا جہاں شارق کی کار کو حادثہ پیش آیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ مندر اسی علاقے میں کہیں ہوگا۔ دریائے جمنی کے کنارے اس علاقے میں یوں تو کئی مندر تھے لیکن میجر شاہ کو جس مندر کی تلاش تھی وہ یقیناً کسی ایسی جگہ ہوگا۔ جہاں کسی کو پتہ نہ چل سکے۔ ایک چوراہے سے آگے بڑھ کر اس نے کار روک دی۔ ٹریفک کانسٹیبل سے اس نے دریافت کیا تو اس نے فوراً جائے حادثے کی نشاندہی کر دی۔ میجر وہاں پہنچا تو اسے شارق کی کچلی ہوئی کار سڑک کے کنارے رکھی نظر آ گئی۔ اس وقت بہت سے بچے وہاں جمع تھے۔ میجر شاہ کو دیکھ کر وہ خاموش ہو گئے۔

میجر شاہ حیران تھا کہ شارق بچ کیسے گیا کیونکہ کار اس طرح کچلی گئی تھی کہ کوئی حصہ سلامت نہیں رہا تھا۔

”آپ پولیس والے ہیں جی۔“ ایک خوب صورت بچے نے آگے بڑھ کر اچانک سوال کیا۔

میجر شاہ نے چونک کر اسے دیکھا اور مسکرایا۔

”کیوں بیٹے کیا بات ہے۔“

”کیا وہ آدمی مر گیا ہے۔ جو اس کار میں تھا۔“ بچے نے پوچھا۔

میجر کا دل دھک سے ہو گیا۔ ”نہیں بیٹے وہ زندہ ہے۔ دعا کرو بچ جائے۔“ اس نے جلدی سے کہا۔ پھر اچانک اسے خیال آیا اس نے بڑے پیار سے پوچھا۔ ”بیٹے تم نے اس علاقے میں ایک سی سیاہ کار کو آتے جاتے دیکھا ہے۔“

”جسے ایک عورت چلاتی ہے جی۔“ دوسرے بچے نے جلدی سے پوچھا۔

میجر کا دل زور زور سے اچھلنے لگا۔ ”ہاں، ہاں تم نے اسے دیکھا ہے۔“

”ہاں وہ کالی گھاٹ والے آشرم میں روز آتی ہے۔“ بچے نے کہا۔ ”میرا گھر وہیں ہے۔“

”تم مجھے وہاں تک لے چلو گے۔“

”ہاں چلیے۔“ بچہ خوش ہو گیا۔

لیکن مشکل یہ پیش آئی کہ چھ سات بچے تھے اور سب جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ میجر شاہ ان کو خفا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے سب کو بٹھا لیا۔ تنگ سڑکوں سے گزرتے ہوئے وہ نشیبی علاقوں میں ایک ایسی جگہ پہنچ گئے۔ جہاں سے آگے گاڑی لے جانا ممکن نہ تھا۔ میجر نے گاڑی روک دی۔

بچے نے اشارے سے بتلایا آشرم داہنے جانب والی گلی میں ہے۔ میجر شاہ نے جیب سے دس کا نوٹ نکال کر بچے کو دیا اور ان کی ٹولی سے جان چھڑائی، بچے شور مچاتے بھاگ گئے تو وہ گلی کی سمت بڑھا۔

اینٹوں کی بنی ہوئی یہ تنگ گلی کافی دور تک چلی گئی تھی اس کے ختم ہوتے ہی اچانک اسے دریا کا پانی نظر آیا لیکن آشرم کی عمارت یا کار اسے نظر نہ آئی۔ میجر شاہ سوچنے لگا۔ وہ یقیناً کسی غلط موڑ پر آ گیا تھا لیکن اسی وقت میجر کی نگاہ گھاٹ پر پڑی۔ جہاں اسٹیمر رکنے کی جیٹی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ اس سمت بڑھنے لگا۔ چند فرلانگ جاتے ہی اسے دریا کے کنارے بنی ہوئی ایک پرانی عمارت نظر آ گئی۔ ایک تنگ سی سڑک عمارت کے قریب آ کر ختم ہو جاتی تھی اور عمارت کا اگلا حصہ بلند پشتے پر دریا کے عین کنارے پر بنا ہوا تھا۔ میجر شاہ جیسے ہی قریب پہنچا اسے کنارے پر کھڑی مرسیڈیز نظر آ گئی۔

اس کا دل خوشی سے اچھلنے لگا اور اب اسے اندازہ ہوا کہ وہ اگر درمیان والی گلی کا راستہ اختیار کرتا تو سیدھا اسی عمارت تک پہنچ جاتا۔

اس نے ابھی عمارت کی طرف قدم بڑھایا ہی تھا کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ وہ بھاگتا ہوا عمارت کے گیٹ تک پہنچا۔ گیٹ بند تھا۔ اس نے اوپر بنے ہوئے چوڑے چھجے کے نیچے کھڑے ہو کر گردو پیش کا جائزہ لیا۔ ہر سمت سناٹا طاری تھا۔ گرج چمک کے ساتھ گھر کر آنے والے بادلوں نے تاریکی پھیلا دی تھی۔ ہیمبر شاہ نے گیٹ کے برابر لگی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ دو تین منٹ گزر گئے لیکن کوئی باہر نہیں نکلا اس نے دوبارہ بٹن دبایا اور کچھ دیر تک اسے دبائے رہا۔ پھر بھی کوئی جواب نہ ملا۔ گیٹ اندر سے بند تھا۔ بارش شدید نہ ہوتی تو وہ عقبی دروازے کو تلاش کرتا۔ تیسری بار اس کا ہاتھ ابھی اٹھا ہی تھا کہ دروازہ کھلا ہیمبر شاہ ایک لمحے کے لیے مبہوت رہ گیا۔

عورت کے حسن و جمال نے اسے یقین کرنے پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ شکنتلا سامری کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔

"میں اندر آ سکتا ہوں۔" اس نے بڑی دلکش مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

عورت نے ایک لمحہ پس و پیش کیا پھر سامنے سے ہٹ گئی۔ ہیمبر شاہ کے اندر آنے کے بعد اس نے دروازہ بند کیا۔ ایک نیم تاریک راہداری سے گزر کر وہ کشادہ سے کمرے میں پہنچے جہاں ایک صوفے کے علاوہ کوئی فرنیچر نہ تھا۔ فرش پر قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے اور سامنے کی دیوار کے ساتھ کرشن جی کی ایک بڑی سی مورتی رکھی ہوئی تھی۔

"آپ شاید بارش میں پھنس گئے تھے۔" عورت نے ایک دلنواز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "تشریف لائیے۔ میں چائے منگواتی ہوں۔"

ہیمبر شاہ نے مسکرا کر کہا۔ "شکریہ چائے کی زحمت نہ کیجیے میں صرف آپ سے ملنے آیا تھا۔"

"مجھ سے ملنے یہاں۔" عورت نے چونک کر اسے دیکھا۔ "آپ مجھے جانتے ہیں۔"

"جی ہاں! میڈم شکنتلا سامری۔" ہیمبر شاہ نے جواب دیا۔

عورت خاموشی سے اسے گھورتی رہی۔ وہ سناٹے میں آ گئی تھی لیکن اس نے ہیمبر سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ اس جگہ تک کیسے پہنچا۔

"فرمائیے......" شکنتلا نے آہستہ سے کہا۔

"میں کسی کی قسمت کا حال جاننا چاہتا تھا۔" ہیمبر شاہ نے جواب دیا۔

عورت کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے اطمینان کی جھلک نمودار ہوئی۔ وہ شدید ذہنی خلفشار و پیچ میں معلوم ہوتی تھی۔ "لیکن یہاں! یہاں میں ہاتھ نہیں پڑھتی...... میں تو۔"

"میں ہاتھ پڑھوانے نہیں آیا میڈم! یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ الیاس بیگ کہاں ہے۔"

وہ اس طرح اچھلی جیسے کرنٹ لگ گیا ہو۔ پھر شدید غصے پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

"کون الیاس بیگ! کون ہو تم۔"

"میں کون ہوں۔ میرا خیال تھا کہ تمہارے دیوتاؤں نے اتنا علم ضرور دیا ہوگا کہ مجھے پہچان لو اور الیاس بیگ وہی جسے تم ہوٹل گارڈن سے اپنی کار میں بٹھا کر لائی تھیں۔"

"اوہ...... وہ شخص...... وہ شخص تو رات ہی ہاتھ دکھا کر چلا گیا تھا۔ اپنے گھر ہوگا۔"

"نہیں میڈم وہ اپنے گھر نہیں گیا۔ کیونکہ اسے آپ دوبارہ بے ہوشی کی حالت میں اپنے ساتھ کار میں لے کر آئی تھیں۔ شاید اسی جگہ۔"

شکنتلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خونخوار نگاہوں سے ہیمبر کو گھورتی رہی۔ ہیمبر نے پھر کہا۔

"شاید اس لیے کہ نوشابہ کی طرح وہ بھی تمہارے راز سے واقف ہو چکا تھا۔"

"پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔ کون نوشابہ کون سا راز۔"

"میڈم شکنتلا تم خوب جانتی ہو میں کیا کہہ رہا ہوں۔ نوشابہ کے بیٹے پرویز کو قتل کیا گیا تھا۔ تم ن نے بتایا تھا نا۔ اس کے قتل کے بعد گودنے کا شان اسی لیے مٹا دیا گیا تھا کہ تم سے قتل کا کوئی تعلق اقی نہ رہے۔ انکار نہ کرو میں بھی ایک جادو جانتا ہوں۔ جس کا نام ہے پولیس اور اگر تمہارے گھر کی تلاشی سے ثبوت برآمد ہو جائے تو جانتی ہو کیا انجام ہوگا۔ پھانسی۔"

شکنتلا کا چہرہ سفید پڑ گیا لیکن وہ بڑی جی دار عورت تھی۔ فوراً ہی سنبھل گئی۔ اس کے لبوں سے ایک لرزتا قہقہہ نکلا اور وہ ہیمبر کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

"تم بڑے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو۔ یرا جادو تمہارے سامنے ہے ہیمبر شاہ! میری آنکھوں میں دیکھو کیا ان میں تم کو جادو نظر نہیں آتا۔"

ہیمبر شاہ کی نگاہیں جیسے ہی اوپر اٹھیں اسے ایک جھٹکا سا لگا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا چلا جا رہا ہے۔ ایک لمحے کو وہ بے بسی کے عالم میں ساکت رہا۔ پھر اس نے زور سے گردن کو جھٹکا دیا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"نہیں میڈم تم مجھے ہپناٹائز نہیں کر سکو گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میڈم شکنتلا حیرت زدہ رہ گئی تھی۔ پھر اس کی نگاہوں سے خوف جھلکنے لگا لیکن اسی لمحے کمرے میں اچانک تاریکی چھا گئی۔ ہیمبر شاہ بڑی پھرتی سے پلٹا لیکن ایسا لگا جیسے اسے کسی نے فولاد کے شکنجے میں جکڑ لیا ہو۔ اس نے بہت ہاتھ پیر مارے بڑی جدوجہد کی لیکن گرفت سے نہ نکل سکا۔ تاریکی میں اچانک دو مضبوط ہاتھوں نے اس کی گردن دبوچ لی۔ اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا لیکن م آزاد ہو گیا تھا۔ ہیمبر نے صورت حال کو سمجھتے ئے اپنا جسم بالکل ڈھیلا چھوڑ دیا اور پھر پوری قوت سے جھٹکا چلا گیا۔ حملہ آور بہت وزنی تھا۔ اس لیے ر کے ساتھ ہی نیچے گرا۔

ہیمبر نے گردن کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہی پوری قوت سے اچھل کر لات ماری۔ ہلکی سی کراہٹ سنائی دی لیکن ہیمبر شاہ اس کی گرفت سے نکل چکا تھا۔ وہ پھرتی سے ایک سمت ہٹا۔ تاریکی میں کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا۔ اسی لمحے ہلکی سی آہٹ ہوئی میڈم شکنتلا سامری تیزی سے ایک دروازے میں غائب ہو گئی لیکن اتنی دیر میں ہیمبر شاہ نے دروازے کی سمت جست لگا دی تھی۔ اس نے دروازہ بند ہونے سے پہلے اس پر لات ماری دروازہ کھلا تو اس نے راہداری میں شکنتلا کا بھاگتا ہوا سایہ دیکھا۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ تعاقب کرتا۔ فولاد کا تاریک وجود سر پر پہنچ چکا تھا۔ ہیمبر شاہ نے اندازہ کر لیا تھا کہ اس دیوقامت وجود میں بلا کی طاقت ہے اور اگر وہ دوبارہ گرفت میں آ گیا تو نکلنا مشکل ہوگا۔ اس لیے وہ واپس مڑنے کے بجائے برق رفتاری سے اس راہداری میں داخل ہو کر اسی سمت بھاگا۔ جدھر شکنتلا گئی تھی۔ راہداری کے اختتام پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہیمبر شاہ اندر گھستا چلا گیا اور پھر اگلے ہی لمحے وہ دم بخود رہ گیا۔

ایک وسیع کمرے کے اندر جہاں بہت مدھم روشنی ہو رہی تھی۔ بیس پچیس افراد فرش پر خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے ایک بلند چبوترے پر ایک تخت کے اوپر ...... نقاب پوش کسی بت کی طرح ساکت بیٹھا تھا۔ کمرے میں ایک عجیب بھینی بھینی خوشبو پھیلی ہوئی تھی لیکن موت کی سی خاموشی طاری تھی۔ شکنتلا بھاگتی ہوئی اس چبوترے پر پہنچ گئی تھی اس کی نظر ہیمبر شاہ پر پڑی شکنتلا سامری کے لبوں سے بے ساختہ چیخ نکل گئی۔

اور اسی لمحے ہیمبر شاہ کے سر پر اتنی زور کی ضرب پڑی کہ وہ چکرا کر وہیں ڈھیر ہو گیا۔

وہ بے ہوش نہ ہوا تھا لیکن ہاتھ پیروں میں دم نہ رہا تھا۔ حواس بحال ہوئے تو نقاب پوش کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"تم نے سب کچھ غارت کر دیا۔ عین اس وقت میرے ٹرانس کو توڑ دیا۔ جب میں اسے موت کے شکنجے میں لینے والا تھا۔"

"لیکن یہ...... یہ یہاں پہنچ گیا تھا۔" ککشلا نے کانپتی ہوئی آواز میں میجر شاہ کی سمت اشارہ کیا۔ "یہ میجر شاہ ہے۔"

اور جب میجر شاہ کو احساس ہوا کہ وہ قربان گاہ کے چبوترے پر بے بس پڑا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو اندازہ ہوا کہ اسے قربان گاہ سے باندھ کر جکڑ دیا گیا تھا۔

"مجھے معلوم ہے...... اور یہ بھی اچھا ہوا کہ یہ خود ہی ہمارے پاس پہنچ گیا۔ ورنہ اس کے ساتھی کو ٹھکانے لگانے کے بعد ہمیں اس کو یہاں تک لانے کے لیے جدوجہد کرنا پڑتی۔"

"لیکن یہ پولیس کی دھمکی دے رہا تھا۔"

نقاب پوش نے قہقہہ لگایا۔ "جلد ہی یہ کسی قسم کی دھمکی دینے کے قابل نہ رہ جائے گا۔ شلوکا۔" اس نے حبشی کی سمت دیکھا اور کہا۔ "ناٹیک بھوکا ہے۔"

شلوکا کے سیاہ موٹے لبوں پر ایک بھیانک مسکراہٹ نمودار ہوئی ہلکی روشنی میں اس کے سفید دانت چمک رہے تھے۔ وہ میجر شاہ کے بندھن کھولنے کے لیے جھکا۔

"تم یہ بھول رہے ہو کہ پولیس جلد یہاں پہنچ جائے گی۔"

میجر نے اچانک کہا۔ نقاب پوش نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "پولیس...... ٹھہر شلوکا۔ یہ شخص خطرناک ہے۔" اس نے اپنی عبا سے ایک ریوالور نکال کر شلوکا کی سمت بڑھایا۔

"اگر یہ بھاگنے کی کوشش کرے تو بے دریغ گولی مار دینا۔"

میجر شاہ کا دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ناٹیک ایک دیوتا کا نام ہے اور یہ حبشی اسے مگرمچھ کی غذا بنانے لے جا رہا تھا۔ شلوکا نے بندھن کھولتے ہی اس کو گردن سے دبوچ کر اس طرح اٹھا لیا تھا۔ جیسے وہ چھوٹا سا بچہ ہو۔ ریوالور کا لمس اسے اپنی پشت پر محسوس ہو رہا تھا۔ چبوترے سے نیچے اتر کر شلوکا نے اسے آگے دھکا دیا۔ اس کا رخ اسے چھوٹے دروازے کی سمت تھا۔ جس پر ایک سیاہ پردہ پڑا ہوا تھا اور میجر کو بچنے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔

☆☆

شارق کے بے سکون جسم میں اچانک حرکت پیدا ہوئی۔ ہلکا سا تشنج تھا۔ سرہانے بیٹھے ہوئے بابا صاحب نے حیرت سے اسے دیکھا۔ صوفیہ برابر کھڑی ہوئی تھی۔ شارق نے آنکھیں کھول دیں لیکن ایسا لگتا تھا کہ وہ خلاء میں دیکھ رہا ہے۔ اس کی آنکھوں میں اتنی دہشت تھی کہ صوفیہ کانپ اٹھی۔ ایسا لگتا تھا۔ جیسے شارق کوئی بھیانک اور ڈراؤنا خواب دیکھ رہا ہو۔

اچانک اس کے لبوں میں حرکت ہوئی۔ وہ دہشت زدہ آواز میں بڑبڑایا۔

"وہ...... وہ میجر' وہ میجر کو قتل کر رہے ہیں۔ وہ اسے مار ڈالیں گے۔"

صوفیہ نے خوفزدہ نگاہوں سے بابا صاحب کو دیکھا۔ انہوں نے سرگوشی میں کہا۔

"جلدی کرو۔ فون کر کے انسپکٹر نواز کو میرے پاس بلا لو۔ جاؤ لڑکی میرا منہ نہ دیکھو۔"

☆☆

شلوکا نے اب تک میجر شاہ کی گردن نہ چھوڑی تھی۔ ریوالور کی نال اس کی پشت سے لگائے ہوئے وہ میجر شاہ کو چکردار زینے سے نیچے لے جا رہا تھا۔ سیڑھیاں ختم ہوئیں تو وہ ایک بند کمرے میں پہنچ گئے۔ زینے کے علاوہ یہاں سے نکلنے کا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ کمرے کے عین درمیان میں ایک گول سا دہانہ تھا۔ جس کے گرد چھوٹی سی منڈیر بنی ہوئی تھی۔ اس کنویں نما حوض کے کنارے پہنچ کر وہ رک گئے۔ میجر شاہ نے دیکھا

کہ کنویں کی گہرائی اتنی تھی کہ کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ شاید یہی اس آدم خور مگرمچھ کی پناہ گاہ تھی۔ جسے ناٹیک کہتے تھے۔

بھیانک موت کا تصور کر کے میجر شاہ کانپ گیا۔ شلوکا کی گرفت سے بچ نکلنے کی کوئی امید نہ تھی۔ جدوجہد کے نتیجے میں گولی جسم میں پیوست ہو جاتی۔ نجات کا راستہ مسدود تھا۔ کسی بھی لمحے وہ موت کے دہانے میں جانے والا تھا اور شارق ہسپتال میں بے بس پڑا ہوا تھا۔ کسی کو خبر نہ تھی کہ وہ کہاں گیا ہے۔ اس نے نواز کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا۔

باہر تمام پجاری ساکت بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ میجر شاہ کی آخری بھیانک چیخ سننے کے منتظر تھے۔

اور پھر اچانک فضاء میں اتنی دلخراش چیخ ابھری کہ سب کانپ اٹھے' عبا پوش کے لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

"تم قربان گاہ کے چبوترے پر لیٹ جاؤ۔" عبا پوش نے ککشلا سے کہا۔

ککشلا کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ "میں...... میں۔"

"ہاں ڈرو نہیں' میں تمہارے ذریعے اب اپنا آخری عمل کروں گا۔" وہ مسکرایا۔ "کوئی قوت میری راہ میں مزاحمت کر رہی ہے۔ کوئی اس بدنصیب میجر کے ساتھی کو بچانے کی کوشش کر رہا ہے لیکن اب اس قربانی کے بعد میری قوت بے پناہ ہو جائے گی۔ میں ایک خاص عمل کرنے جا رہا ہوں۔ اس کی قوت کے آگے کوئی مزاحمت نہ کر سکے گا۔"

"اس کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ تم خود ابھی وہیں پہنچ جاؤ گے۔" پشت سے ایک آواز سنائی دی۔

☆☆

شلوکا نے میجر شاہ کی گردن چھوڑ دی۔ وہ مطمئن تھا۔ میجر شاہ اس کے ریوالور کی زد میں تھا۔ فرار کی ذرا بھی کوشش کی تو گولی اس کے جسم سے پار ہو گی۔ وہ میجر کو دھکا دینے کے لیے ایک قدم پیچھے ہٹا ہاتھ بڑھایا اور پھر پوری قوت سے دھکا دیا۔

میجر نے اندازہ کر لیا تھا۔ وہ اسی لمحے کا منتظر تھا۔ جیسے ہی شلوکا نے دھکا دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا' میجر شاہ نے پوری قوت سے جست لگائی اس نے کنویں کے درمیانی فاصلے کا اندازہ کر لیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اندازے کی ذرا سی غلطی یقینی موت کا ذریعہ ہو گی۔ فاصلہ کافی تھا لیکن بچنے کا صرف یہی ایک آسرا باقی تھا۔ ایک لمحے کو یوں لگا جیسے وہ تاریک دہانے میں جا رہا ہے لیکن اگلے ہی لمحے اس کے پیر کنویں کی منڈیر سے دوسری جانب ٹکرائے اس نے موت کے کنویں کو پار کر لیا تھا۔

اور دوسرے ہی لمحے شلوکا کی دلخراش چیخ سے فضاء گونج اٹھی تھی۔

چند لمحے تک میجر زمین پر پڑا رہا۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا لیکن جلد ہی اس نے خود پر قابو پا لیا۔ کنویں میں گرنے سے بچنے کی کوشش میں شلوکا نے ریوالور پھینک دیا تھا۔ میجر شاہ نے ریوالور اٹھایا' سیڑھیاں طے کر کے اوپر پہنچا' وہ جس دروازے سے راہداری میں داخل ہوا تھا۔ اس کی مخالف سمت بھی ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ جو بند تھا۔ اس نے دروازہ کھولا۔ سامنے پڑے ہوئے پردے کو ذرا ہٹایا' نقاب پوش پجاری کی پشت اس کے سامنے تھی۔

میجر شاہ کی آواز نے ایک لمحہ کے لیے' پجاری کو اپنی جگہ ساکت کر دیا تھا۔ اس کی یہ بات سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ میجر کے بجائے شلوکا ناٹیک کی غذا بن گیا۔ وہ اپنے عمل کو بھول کر نئی صورت حال سے نمٹنے کے لیے ترکیب سوچ رہا تھا کہ میجر نے سفاک لہجے میں کہا۔

"ذرا سی حرکت کی تو تم بھی اس حبشی کے پاس پہنچ جاؤ گے خبردار ہلنا نہیں۔"

پجاری' [illegible] چاہتا تھا۔ اس کا آخری

سہارا ابدی کا دیوتا تھا۔ اس کے لب آہستہ آہستہ ہلنے لگے۔ آنکھیں بند ہوگئیں۔

میجر شاہ کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں تھا۔ اس نے ریوالور کی لبلبی پر انگلی رکھی ہوئی تھی۔ ''ہاتھ بلند کرکے کھڑے ہو جاؤ۔'' اس نے گرج کر کہا۔

پجاری کھڑا نہیں ہوا لیکن اچانک اس کا ہاتھ بلند ہوا۔ فضا میں ایک تیز روشنی کا جھماکا ہوا' سب کی آنکھیں چکا چوند ہوگئیں۔ میجر شاہ نے فائر کیا لیکن گولی ضائع گئی کیونکہ پجاری اپنی جگہ موجود نہ تھا اور پھر میجر شاہ نے بڑا ہولناک منظر دیکھا۔ اچانک در و دیوار سے شعلے نکلنے شروع ہوگئے۔ ہر چیز جل رہی تھی۔ دروازے' پردے' چبوترہ ہر طرف آگ ہی آگ تھی۔ پجاریوں کی چیخوں میں میڈم شگفتا کی دلخراش چیخ بھی شامل تھی۔ ہر شخص فرار کی راہ ڈھونڈ رہا تھا لیکن برق رفتاری کے ساتھ شعلوں نے سب کو گھیر لیا تھا۔ آگ کی تپش سے میجر شاہ بھی پسینے میں تر ہو چکا تھا۔

اور تب اس کو چبوترے کے نیچے وہ دروازہ نظر آیا جسے پجاری گھبراہٹ میں بند کرنا بھول گئے تھے۔ میجر شاہ نے اس میں چھلانگ لگا دی۔

☆☆

بارش کے باوجود میجر شاہ کار کو بہت تیز رفتاری سے چلا رہا تھا۔ وہ ایک ایسے علاقے میں پہنچ گیا تھا۔ جہاں شہر کے متمول لوگوں کے بنگلے تھے۔ اسے خوشی تھی کہ شخص شبہ کی بناء پر اس نے یہ پتہ نوٹ کرلیا تھا۔ جلد ہی اس نے ایک چھوٹے خوب صورت بنگلے کے سامنے پہنچ کر کار روک لی۔ بنگلہ بظاہر تاریک تھا۔ گیٹ کھلا ہوا تھا۔ میجر شاہ نے دروازے پر پہنچ کر گھنٹی کا بٹن دبایا اور دبائے رہا۔ ذرا دیر بعد اسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ پھر لائٹ جلی اور گاؤن پہنے ہوئے ایک شخص نے دروازہ کھولا' ریوالور کی نال دیکھ کر وہ جلدی سے پیچھے ہٹا۔ میجر شاہ نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کرلیا۔

''یہ...... یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ میجر۔'' گاؤن پہنے ہوئے شخص نے غصے میں کہا۔ ''اتنی رات گئے آپ ریوالور لے کر یہاں کیوں آئے ہیں۔''

''شکر ہے تم نے مجھے پہچان لیا۔'' میجر شاہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''ریوالور بھی پہچان لیا ہوگا تمہارا ہی ہے۔''

''میرا ریوالور۔ آپ ہوش میں تو ہیں مجھے ریوالور کی کیا ضرورت۔''

''بکواس مت کرو' اندر چلو۔'' میجر شاہ نے کھلے ہوئے دروازے کی سمت اشارہ کیا لیکن میجر شاہ کو اپنے فیصلے پر اعتماد تھا۔ ''یہ فرض بھی میں خود ہی ادا کروں گا اندر چلو۔''

وہ جس کمرے میں پہنچے وہ بیڈ روم تھا۔ میجر شاہ نے ہر سمت کا جائزہ لیا۔ ایک لمحے کے لیے اسے شبہ ہونے لگا کہ اس سے واقعی غلطی ہوئی ہے۔ پھر اس نے دیوار میں لگی ہوئی سیف کی سمت دیکھا۔ ''سیف کی چابی نکالو۔''

''مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ جیسا شریف آدمی ڈاکہ زنی کرسکتا ہے۔'' اس شخص نے کہا۔

اچانک میجر شاہ آگے بڑھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے بال پکڑے اور ایک جھٹکا دیا' سیاہ بالوں کی وگ میجر شاہ کے ہاتھوں میں آگئی۔ ''اب بھی یقین نہیں آتا۔'' اس نے گاؤن والے کے بھورے بال دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب وگ پہننا کوئی جرم ہے۔''

''اتنے اچھے بالوں پر وگ کی کیا ضرورت تھی لیکن وقت ضائع نہ کرو۔ سیف کی چابی دو۔''

وگ والے نے بڑی پھرتی سے جست لگائی تھی لیکن میجر شاہ اس کے لیے تیار تھا۔ برق رفتاری سے ایک سمت ہٹ کر اس نے اپنی ایڑی کو جنبش دی' ایک پیر وگ والے کے گھٹنے پر پڑا۔ وہ قالین پر منہ کے بل گرا اور میجر شاہ نے موقع نہیں دیا۔ ریوالور کا دستہ پکڑ کر وہ جھکا اور اٹھنے سے پہلے وگ والے کے سر پر ضرب لگائی وہ کراہ کر گر پڑا اور پھر نہیں اٹھا۔ سیف کی کنجی سونے کی زنجیر کے ساتھ اس کے گلے میں پڑی تھی۔ کانپتے ہاتھوں سے میجر شاہ نے سیف کھولی اور مسرت سے اس کی نگاہیں اٹھیں۔

سیف میں رکھے ہوئے رجسٹر میں ان تمام افراد کے نام اور پتے درج تھے جنہیں اب تک پجاری بنایا جا چکا تھا۔ اس میں نوشابہ کا نام بھی درج تھا اور اسی کے ساتھ وہ عبا اور نقاب بھی موجود تھی۔ جو ذرا دیر پہلے وہ مندر میں دیکھ چکا تھا۔ میجر نے بیڈ کے پاس رکھی ہوئی میز پر سے پانی کا جگ اٹھایا اور بے ہوش شخص پر الٹا دیا۔ اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔

''اب اٹھ بھی جاؤ مسٹر مائیکل۔ تمہاری خواہش پر میں پولیس کو فون کر چکا ہوں۔'' مائیکل نے خوفزدہ نگاہوں سے ریوالور کی نال اور سامنے رکھی ہوئی عبا اور رجسٹر کو دیکھا۔ اس میں اٹھنے کی سکت نہ رہی تھی۔

''تم حیران تو ہو گے کہ میں نے تمہیں کیسے پہچانا۔'' میجر شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم کو فیشن آرکیڈ کی ملاقات یاد ہے۔ یہ بھی یاد ہوگا کہ میں نے ڈائریکٹر صاحب سے نوشابہ کے بارے میں پوچھا تو تمہیں ناگوار گزرا تھا۔ تم فرم کے مالک نہیں بلکہ ڈیزائن آرٹسٹ تھے۔ تمہارے رویے نے مجھے مشکوک کر دیا اور پھر میں تمہاری آنکھوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا' ان میں ایسی سونے جیسی چتیاں میں نے پہلے شلوکا کو میری موت کا حکم دے رہے تھے۔''

اسی لمحے دروازہ کھلا انسپکٹر نواز پولیس والوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

''ہم پہلے کالی گھاٹ پہنچے تھے۔'' انسپکٹر نواز نے کہا۔ ''بابا صاحب نے شارق سے اس جگہ کا پتہ معلوم کرلیا تھا۔''

''شارق سے۔''

''ہاں...... وہ بیہوشی کے عالم میں بھی بول رہا تھا۔ اسی نے بتلایا کہ وہ تمہیں ہلاک کر رہے ہیں۔ یہ بابا صاحب تو بہت پہنچے ہوئے آدمی ہیں۔''

''پھر...... پھر کیا ہوا۔''

''وہ عمارت جل کر راکھ ہو چکی ہے۔ کوئی بھی بچ نہیں سکا۔ ہم فائر بریگیڈ والوں کی مدد سے لاشیں نکال رہے تھے۔ میں ان میں تمہاری لاش تلاش کر رہا تھا کہ وائرلیس پر تمہارے فون کا پیغام ملا اور ہم آندھی طوفان کی طرح یہاں پہنچ گئے۔'' اس نے کہا۔

''یہ شخص کون ہے۔''

''نوشابہ اور اس کے قاتل کا قاتل۔'' میجر نے کہا۔ ''اور الیاس بیگ کے علاوہ ان تمام لوگوں کا قاتل جن کی لاشیں تمہیں ملی ہیں۔''

☆☆

وہ ہسپتال پہنچے تو شارق ہوش میں آچکا تھا اور صوفیہ سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔ ان کو دیکھتے ہی وہ مسکرایا۔ ''شکر ہے آپ خیریت سے آگئے۔ میجر شاہ۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔ ''میں بیہوشی کے عالم میں جو کچھ دیکھ رہا تھا۔''

''بے ہوشی نہیں ہوش کے عالم میں۔'' بابا صاحب نے اسے ٹوکا۔ ''تم اس وقت خوفناک سحر کے زیر اثر تھے۔''

''بابا صاحب۔'' انسپکٹر نواز نے کہا۔ ''میری کھوپڑی میں تو یہ گورکھ دھندا آیا نہیں۔ اب آپ ہی کچھ بتا دیجیے کہ کیا چکر تھا۔ یہ سب کچھ کیا تھا۔''

''قصور تمہاری کھوپڑی کا ہے۔ جو اندر سے خالی ہے۔'' شارق نے آہستہ سے کہا۔

انسپکٹر نواز نے اسے بناوٹی غصے سے گھورا۔ ''میری کھوپڑے کے اندر کا حال تو پتہ نہیں لیکن تمہاری کھوپڑی تو سرجن کھول کر دیکھ چکے ہیں۔ اندر جانتے ہو کیا بھرا ہوا ہے۔ بھس۔''

"میرا خیال ہے۔ دونوں کی کھوپڑیوں میں بھس بھرا ہوا ہے۔" میجر شاہ نے مسکرا کر کہا۔ "تم کو اندازہ نہیں کہ تم نے کتنے خطرناک گروہ کو ختم کیا ہے۔"

"پلیز میجر ہم یہ جاننے کے لیے بے چین ہیں کہ شارق کی کھوپڑی کا یہ حشر ہوا کیسے۔" صوفیہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

میجر ایک لمحے سوچتا رہا۔ "یہ مائیکل مصری سحر کا ماہر تھا۔ یہ عمل جو اس نے کیا ایک قسم کا کالا جادو ہے جو وہاں کے قبائلی جزیروں میں عام ہے۔ اس کے ذریعے خواہ دشمن کتنے ہی فاصلے پر کیوں نہ ہو۔ اسے ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ آج کے سائنسی دور میں یہ تمام باتیں ناقابل یقین سمجھی جاتی ہیں لیکن بابا جان اس موضوع کے ماہر ہیں اور وہ گواہی دیں گے کہ سحر کا وجود ایک حقیقت ہے۔ کچھ عرصہ قبل آسٹریلیا کے میڈیکل سرجن نے اس عمل پر جو یہ پجاری کر رہے تھے۔ ایک تفصیلی مضمون شائع کیا ہے۔ جس میں کہا گیا تھا کہ اس عمل کے ذریعے ہونے والی اموات کے بارے میں تحقیق کی ضرورت ہے۔"

"لیکن یہ ہے کیا بلا۔" انسپکٹر نواز نے پوچھا۔

"تم نے ٹیلی پیتھی یا ای ایس پی کا نام تو سنا ہوگا۔ ذہن کی اس قوت کے ذریعے فاصلے پر بیٹھے ہوئے انسان سے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ اسے کسی کام کی ہدایت کی جا سکتی ہے۔ بالکل اسی طرح کا عمل یہ پجاری اپنے عمل کے ذریعے کرتے ہیں۔ عامل اپنی ذہنی قوت کے سحر کے ذریعے سب کچھ کر سکتا ہے۔ تم سب نے دیکھا کہ پولیس کی ٹرانسپرنسی سے تصویریں غائب ہو گئیں۔ نوشابہ کی لاش پگھل گئی۔ شارق مرتے مرتے بچا' یہ تمہاری یقین دہانی کے لیے کافی ہے۔ مائیکل کا اصل نام ہزبینڈ تھا۔ وہ مصری جزیرے کا مشہور ساحر تھا اور کئی اہم افراد کا قتل کر کے وہاں سے بھاگ گیا تھا۔

وہاں سنائی کے مندر میں مصری ساحروں کا فن سیکھا' جس کے ذریعے لوگوں کو اپنے تابع بنا کر جرائم کا ارتکاب کر لیا۔ وہاں جب خطرہ محسوس ہوا تو فرار ہو کر یہاں آ گیا۔ بلا کا چالاک شخص تھا۔ پڑھا لکھا اور فنکار تھا۔ فیشن آرکیڈ میں اس نے ملازمت کر لی آرٹ ڈائریکٹر کی حیثیت سے بڑے گھرانوں کی لڑکیوں سے اس کا رابطہ رہتا تھا۔ جنہیں وہ اپنے مندر کے پجاریوں میں شامل کر کے سحر کے ذریعے مجبور کرتا اور پھر بعد میں بلیک میل کر کے استعمال کرتا تھا۔ نوشابہ بھی اسی کا شکار بنی لیکن وہ ضدی اور خودسر لڑکی تھی۔ اس نے پوجا کی شرمناک رسموں سے انکار کر دیا۔ اس لیے اسے قتل کر دیا گیا۔ بدرالدین اور الیاس بیگ کو اس لیے ہلاک کر دیا گیا کہ وہ نوشابہ کے جسم پر بنے ہوئے خفیہ نقش کو دیکھ چکے تھے اور تم کو اور مجھے اس لیے ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی کہ ہم ان کی سرگرمیوں کو معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔" میجر شاہ نے انسپکٹر نواز کی سمت دیکھا۔ "یہ صرف اتفاق ہی ہے کہ ہم نے بروقت اس گروہ کا قلع قمع کر دیا۔ ورنہ پولیس کا پراسرار جرائم کی بنا پر ناطقہ بند ہو جاتا۔"

"میجر...... آپ نے یہ سب باتیں پولیس سے پوشیدہ رکھی تھیں۔" انسپکٹر نے شکوہ کیا۔

"اگر میں پہلے سے سب کو بتا دیتا تو یقین کون کرتا اور پولیس اگر کوشش بھی کرتی تو ہزبینڈ کا پتہ نہ لگا سکتی۔"

"کیا آپ ہمیں اتنا احمق سمجھتے ہیں میجر شاہ۔"

"میجر مروت سے کام نہ لیجیے۔ صاف بتلا دیجیے کہ کتنا سمجھتے ہیں۔" شارق نے کہا اور کمرہ قہقہوں سے گونج اٹھا۔

◆……◆……◆